دھرتی کا مقصد ترقیاتی برادری، نجی شعبہ، سرکاری اداروں اور متعلقہ شہریوں کو اپنی تحقیقی کاوشوں اور پائیدار ترقی کے حوالے سے اپنی جدوجہد سے آگاہ کرنا ہے۔ اس کے علاوہ یہ ماحول اور ترقی کے حوالے سے اہم ملکی و بین الاقوامی پیشرفت سے بھی آگاہ کرتا ہے۔

دھرتی میں ظاہر کئے جانے والے خیالات، لکھنے والوں کے اپنے ہیں اور پالیسی انسٹیٹیوٹ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کا بحیثیت ادارہ ان سے اتفاق ضروری نہیں۔

SDPI
Sustainable Development Policy Institute

دھرتی

نگران : احمد سلیم

مدیر : ڈاکٹر حمیرا اشفاق

پالیسی انسٹیٹیوٹ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کا خبرنامہ دھرتی ہر تین ماہ بعد شائع ہوتا ہے۔

دھرتی سلور جوبلی اشاعت

دسویں سالگرہ کے بعد

اپنی دسویں سالگرہ (1992-2002) کے موقع پر پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) اکیسویں صدی میں سانس لے رہا تھا۔ اکیسویں صدی عظیم عالمی اور قومی تبدیلیاں لائی تھی۔ 2001ء میں ''نائن الیون'' وقوع پذیر ہو چکا تھا۔ جس کے بہانے پہلے عراق اور بعد ازاں افغانستان کی تباہی کا سامان کیا گیا۔ 2002 میں ہم ایک ایسے انتخابی مرحلے سے گزرے جس کی پشت پناہی جنرل پرویز مشرف کر رہا تھا۔ احتساب کے نام پر سیاسی عمل کو تہس نہس کر دیا گیا۔ پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) اپنی تحقیق، مطبوعات اور وکالتی کام کے ذریعے اس تصور کو عام کر چکا تھا کہ ترقی صرف سڑکیں، سکول اور ہسپتال بنانے کا نام نہیں ہے بلکہ لوگوں کے معیار زندگی میں بہتری لانے، اداروں اور نظام کو مستحکم کرنے اور رویوں میں مثبت تبدیلی لانے کا نام بھی ہے اسی طرح ماحول کا تحفظ محض فنی یا تکنیکی معاملہ نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد عوام کے حقوق کا تحفظ بھی ہے یہ بھی کہا گیا کہ اگر اس دنیا کو ایک مرتبہ پھر اندھیروں میں جانے سے بچانا ہے تو ہمیں عالمی طور پر برابری کے تصور پر مبنی سماج کے لئے جدوجہد کا آغاز بھی کرنا ہوگا۔

> دھرتی کے گذشتہ شمارے میں ایس ڈی پی آئی کے پہلے دس برسوں کا تاریخی خاکہ پیش کیا گیا تھا۔ دھرتی کے موجودہ شمارے میں اگلے پندرہ برسوں کی تاریخ پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ اس طرح ایس ڈی پی آئی کے 25 برسوں کی تاریخ مکمل ہو جاتی ہے۔ اس تمام مواد کو یکجا کر کے پائیدار ترقی کا خصوصی سلور جوبلی نمبر بھی شائع کیا گیا ہے۔

2002ء میں انتخابات کا ڈول ڈالا گیا تو یہ بات سامنے آئی کہ ان انتخابات میں 60 فیصد لوگوں نے ووٹ کا حق استعمال ہی نہیں کیا تھا۔ یہ بات بھی سامنے آئی کہ فوجی اسٹیبلشمنٹ نے سیاسی قوتوں کو کام کرنے سے روک رکھا ہے۔ چنانچہ ایس ڈی پی آئی کے سامنے اہم کام یہ تھا کہ پالیسی اور تحقیق کے درمیان خلاء کو کیسے پُر کیا جائے۔ ادارہ اب تک پائیدار ترقی کے حوالے سے بین الاقوامی سطح کی پانچ سالانہ کانفرنسیں منعقد کر چکا تھا اور اب دسمبر 2003ء میں چھٹی پائیدار ترقی کانفرنس کا انعقاد کیا جا رہا تھا۔

ڈاکٹر طارق بنوری

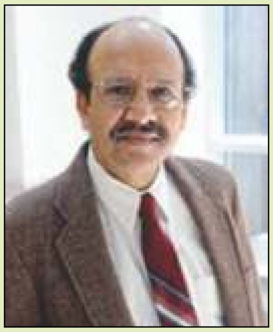
ڈاکٹر شاہ رخ رفیع خان

ڈاکٹر صبا گل خٹک

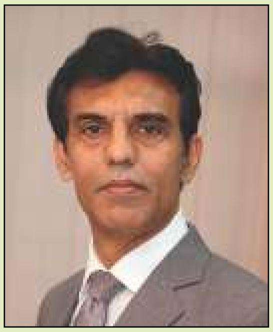
ڈاکٹر عابد قیوم سلہری

فہرست

- چھٹی پائیدار ترقی کانفرنس 02
- ایک نیا جنوبی ایشیا کیوں؟ 10
- پاکستان میں پانی ختم ہو رہا ہے؟ 15
- 15ویں سالگرہ اور مالی بحران 22
- گیارھویں سالانہ پائیدار ترقی کانفرنس 25
- ہفت روزہ سیمینار سلسلے کے پروگرام 28
- ایس ڈی پی آئی کی 20ویں سالگرہ 31
- عبدالناصر خان کا انتقال پُر ملال 33
- پانچویں جنوبی ایشیائی سربراہی اقتصادی کانفرنس 34
- عالمی تھنک ٹینک رینکنگ 44
- 25ویں سالگرہ 48

جولائی۔دسمبر 2017ء

جلد 18 ، شمارہ 3, 4

اشاعت : علی عامر جاوید

خطاطی و آرائش: شاہد رسول

تزئین وطبع : ورڈ میٹ

10۔ ڈی ویسٹ، 3rd فلور، تیمور چیمبرز، فضل الحق روڈ، بلیو ایریا، اسلام آباد، پاکستان

پوسٹ بکس نمبر 2342 ، اسلام آباد، پاکستان

فون: 051-2278134 / 2270674

فیکس: 051-2278135

ای میل: main@sdpi.oirg

ویب سائٹ: http://www.sdpi.org

چھٹی پائیدار ترقی کانفرنس

اس کانفرنس میں کوشش کی گئی کہ جنوب میں پالیسیوں کے حوالے سے آگہی پیدا کرنے والے عوامل اور تحقیق سے متعلق مسائل کی نشاندہی کی جاسکے۔ چونکہ پالیسی اور تحقیق کے درمیان کئی سطحوں پر دوئی پائی جاتی ہے۔ لہٰذا کئی سوالات پیدا ہوئے، مثلاً آگہی پیدا کرنے والے کون ہیں؟ آگہی کی پیداوار کا مطالبہ کون کرتا ہے۔؟ آگہی کی پیداوار کے مقامات کونسے ہیں؟ اس آگہی سے کون استفادہ کرتا ہے؟ نئی آگہی کسے فائدہ پہنچاتی ہے؟ اس ضمن میں کیا کوئی سبق سیکھنے کو ملتے ہیں؟ اور ہم (اس عمل میں) خالی جگہوں کو کیسے پر کر سکتے ہیں؟

کانفرنس نے خصوصی طور پر جنوب میں، جنوبی تناظر میں آگہی کی پیداوار سے مربوط مسائل پر توجہ مرکوز رکھی۔ شرکاء نے پالیسی ر تحقیق کے درمیان پائی جانے والی دوری کی دورخ سے چھان بین کی اور اس نتیجے پر پہنچے کہ بعض مقامات پر پالیسی کے لئے بہتر تحقیق کی فراہمی ضروری ہے جبکہ بعض دیگر مواقع پر ضروری ہے کہ پالیسی پہلے سے کی گئی ٹھوس تحقیق کو ملحوظ خاطر رکھے اور اس سے فائدہ اٹھائے۔ اس بات پر بھی غور کیا گیا کہ موجود آگہی کو کیسے اور کن ذرائع کی مدد سے مختلف شعبوں میں پالیسی اور تحقیق کے درمیان دوری کی نشاندہی کرتے ہوئے مقامی، قومی، علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر ہونے والی پالیسی سازی کے لئے مؤثر طور پر ڈھالا جاسکتا ہے۔

کانفرنس کے ذریعے کوشش کی گئی کہ محققوں، مفکروں، مصنفوں، فعال کارکنوں، پالیسی سازوں، ماہرین تعلیم اور نظریہ سازوں کو اکٹھا کر کے انہیں اس بات کی دعوت دی جائے کہ وہ پالیسی ر تحقیق کے درمیان حقیقی اور فرضی فاصلوں کو ختم کرنے کی تدابیر ڈھونڈیں۔ اہم سوالات یہ تھے کہ ہم کیسے تیسری دنیا کے حوالے سے ہونے والی تحقیق کو ایسی مؤثر پالیسی سازی کے لئے جو پائیدار ترقی کی ضامن ہو، استعمال کر سکتے ہیں؟

کیا پائیدار ترقی، پالیسی اور تحقیق کے درمیان تعلق کی سوجھ بوجھ کو از سر نو ترتیب دینے سے مشروط ہے؟ یا پھر پائیدار ترقی سے ہماری مراد وہ مختلف النوع اور ٹکڑوں میں بٹا ہوا کام ہے جو تیسری دنیا سے اور تیسری دنیا کے بارے میں بات کرتا ہے اور جسے ہم اپناتے اور اس کی قدر کرتے ہیں؟

ان سوالات پر کئی زاویوں اور سطحوں سے بحث مباحثہ کیا گیا۔ تناظر خالصتاً تیسری دنیا تھا اور پہلی دنیا کے اداروں سے تعلقات کے حوالے سے تھا۔ کانفرنس میں تین موضوعات کا احاطہ کیا گیا:

1۔ تصورات اور رسائی (Concepts and Approaches)

- کس طرح کسی ٹھوس صورتِ حال سے شعبہ جاتی حوالے سے ماورا یعنی Trans Disciplinary انداز سے نمٹا جاسکتا ہے۔؟
- کس طرح خصوصی تحقیق (Specialised Research) کو مؤثر پالیسی سازی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے؟

2۔ تناظر اور مسائل(Contexts and Issues)

- کیا مخصوص تناظر اور مخصوص مسائل کا تعلق عمومی رویوں اور طرزِ عمل سے جوڑا جاسکتا ہے؟

کیا یہ رویئے اور مخصوص انداز (تحقیق / پالیسی کے درمیان) موجود دوری کی نشاندہی کر سکتے ہیں؟)

3۔ نتائج اور سفارشات(Findings and Recommendations)

کیا سبق حاصل ہوا ہے اور پالیسی/تحقیق کے درمیان دوری کو کیسے ختم کیا جاسکتا ہے؟

چونکہ کانفرنس کے شرکاء کا تعلق مختلف شعبوں سے تھا، لہٰذا کانفرنس کا انداز کثیر الشعبہ (Multi Disciplinary) اور بسا اوقات شعبہ جاتی فکر سے ماورا یعنی Trans Disciplinary تھا۔ چنانچہ مسئلہ کو سمجھنے کی نئی راہیں دریافت ہوئیں جس سے آگے چل کر ایسی نئی اور مؤثر حکمت عملی وضع کرنے میں مدد ملے گی جو ان کوتاہیوں کے خاتمہ میں مددگار ثابت ہوگی اور جن کے باعث ہم پالیسی سازی میں مشکلات محسوس کرتے ہیں۔

کانفرنس میں انتہائی اہمیت کے حامل پالیسی مسائل پر مفصل اور پرجستجو خیال آرائی اور مباحثہ ہوا۔ اس میں سماجی علوم کی حیثیت سے لے کر نقلِ مکانی، تحفظ خوراک، روزگار، حکومت، خواتین کے مسائل، تشدد، غربت، ڈبلیو ٹی او (WTO) اور تجارت، قابل تجدید توانائی اور تنازعات جیسے موضوعات شامل تھے۔ ان مختلف نوعیت کے موضوعات کو آپس میں مربوط کرنے والے تعلق اور واسطے کی نشاندہی کی گئی اور پالیسی سازوں پر عائد ان پیچیدہ ذمہ داریوں کی نشاندہی بھی کی گئی جو ان سوالات کے فوری اور مؤثر حل کے لئے، ان پر عائد ہوتی ہیں۔

ایس ڈی پی آئی کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر صبا گل خٹک نے کانفرنس کے شرکاء خصوصاً غیر ملکوں سے آنے والے مہمانوں کو، جنہیں ویزا کی مشکلات اور لمبے سفر کی صعوبتوں سے گزرنا پڑا خوش آمدید کہتے ہوئے ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کا بھی شکریہ ادا کیا جس کی اعانت اور مدد کے باعث کانفرنس کے انعقاد میں آسانیاں پیدا ہوئیں۔ انہوں نے وفاقی وزیر خزانہ جناب شوکت عزیز کا بھی شکریہ ادا کیا جو افتتاحی اجلاس کے مہمان خصوصی کے طور پر شریک ہوئے۔ انہوں نے ادارے کا مختصر تعارف کراتے ہوئے بتایا کہ انسٹیٹیوٹ کا قیام 1992ء میں عمل میں آیا۔ انہوں نے ایس ڈی پی آئی کے مشن، مینڈیٹ اور کارکردگی پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا کہ یہ ادارہ پاکستان میں پائیدار ترقی کا ایک بنیادی ادارہ ہے جس کا مقصد تحقیقی نتائج کو کانفرنسوں، عوامی لیکچروں اور سیمیناروں کے ذریعے پھیلانا ہے۔ یہ کانفرنس بھی ادارے کے بنیادی مقاصد کی روشنی میں اسی غرض سے منعقد کی جارہی ہے کہ ادارے میں ہونے والی تحقیق کو وسیع تر حلقوں میں بحث مباحثے کے لئے پھیلایا جائے اور نہ صرف پاکستان کے اندر بلکہ دوسرے ملکوں میں بھی سول سوسائٹی اور حکومت کے درمیان رابطے مستحکم کئے جائیں۔

کانفرنس کے مرکزی موضوع کے بارے میں اظہارِخیال کرتے ہوئے ڈاکٹر صبا گل خٹک نے تحقیق اور پالیسی کے درمیان پل بنانے کے بات کی تا کہ پالیسی عوام کی ضرورتوں کے مطابق اور تیسری دنیا کے حقائق کے سامنے جوابدہ ہو اوران کے مسائل کا حل پیش کرے۔انہوں نے کہا کہ چونکہ ان حقائق کے متعدد تناظر ہیں، ہمیں ان تناظرات کو جو لوگوں کی بڑی اکثریت پر اثر انداز ہوتے ہیں، آسانیاں بہم پہنچانی چاہئیں۔انہوں نے سماجی اعتبار سے موزوں تحقیق کا سوال اٹھایا اور پوچھا کہ ہمیں کس طرح کی تحقیق سامنے لانی چاہئے اور کس طرح کے تحقیقی ادارے وجود میں لانے چاہئیں تا کہ اس طرح کی تحقیق کو سامنے لایا جاسکے۔ممتاز سکالر اور محقق مرحوم حمزہ علوی کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے انہوں نے زور دیا کہ تیسری دنیا کے لئے زیادہ موزوں اور برمحل تحقیق کی ضرورت ہے۔انہوں نے مزید کہا کہ صرف پالیسی کے معاملے کا تجزیہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے بلکہ ان مسائل کا تجزیہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔جو غریبوں کو درپیش ہیں۔ڈاکٹر صبا نے کہا کہ تحقیق ہمیشہ تاریخ کی روشنی اور مہذب انداز سے معاشرتی پہلوؤں کو سامنے رکھ کر کرنی چاہئے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ بحث ومباحثہ میں پڑے بغیر اصل مقصد کے حصول کے لئے کوشش کی جائے لہٰذا ہمیں تحقیق اور نظریاتی طاقت، تحقیق اور معاشی طاقت اور تحقیق اور معاشرتی ثقافت کے درمیان تعلق کو مدنظر رکھنا ہو گا۔انہوں نے 2002ء کی پائیدار ترقی میں پڑھے جانے والے مقالات کے انگریزی مجموعے''پائیدار ترقی اور جنوب کے حقائق: جنوبی ایشیاء میں ماضی اور مستقبل'' کا افتتاح کرتے ہوئے مرحوم عمر اصغر خان کا ذکر کیا اور بتایا کہ پاکستان میں سول سوسائٹی اور پائیدار ترقی کے حوالے سے ان کے کس قدر احسانات ہیں۔انہوں نے بتایا کہ کتاب کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے جو جنوب کے تناظر میں ترقی کے مسائل کو زیر بحث لاتے ہیں۔

ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین اور واپڈا کے سابق چیئرمین جناب شمس الملک نے پائیدار ترقی کی سالانہ کانفرنسوں کا تاریخی جائزہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ کانفرنسیں ایس ڈی پی آئی کے اس مشن کا حصہ ہیں جس کے تحت 1995ء میں گرین اکنامکس، 1996ء میں پائیدار ترقی کانفرنس اور اگلے برسوں میں مزید پائیدار ترقی کانفرنسیں منعقد کی گئیں۔انہوں نے کہا کہ موجودہ کانفرنس کا مقصد جنوب میں ریسرچ اور پالیسی میں موجود خلا کو پائیدار ترقی کے ذریعے پُر کرنا ہے لیکن اس مقصد کے حصول کے لئے کئی سوالات ذہن میں ابھرتے ہیں جن کے جواب کی اہمیت ہے۔مثلاً یہ کہ آخر اس خلا کو پُر کرنے کیلئے جس علم اور آگہی کی ضرورت ہے، وہ کون فراہم کرے گا، یہ علم کیسے حاصل ہو گا اور اس سے کون لوگ مستفید ہوں گے؟ انہوں نے کہا کہ کانفرنس کے دوران پالیسی ایشوز کا جائزہ لیتے ہوئے غربت، معاشرتی مسائل، شہروں کی جانب منتقلی، تحفظ خوراک، منفی مسائل، تشدد، بیروزگاری، ڈبلیو ٹی او اور تجارت سے متعلق تنازعات اور مسائل پر غور وفکر کیا جائے گا۔

جنوبی ایشیاء میں امن اور سلامتی ؛ قومی ماحولیاتی کوالٹی معیارات ؛ پاکستان میں صنعتی آلودگی پر کنٹرول کے لئے عملدرآمد، کاشتکاروں کے حقوق کا پروگرام، انسانی زندگیوں اور ذرائع روزگار پر عالمگیریت کے اثرات، متبادل حقائق، فکشن لکھنے والوں کی آواز اور ان کا رول، جنوبی ایشیاء میں لیبر پالیسی، پائیدار ذرائع روزگار اور ذرائع روزگار کے حقوق، بچوں کی مزدوری اور غیر رسمی معیشت، مسائل اور ان کے حل، آبادی صحت اور غربت، قدرتی وسائل کی انتظام کاری، خواتین کارکن اور بدلتی ہوئی لیبر مارکیٹ، آبادی، ماحول اور ترقی، خواتین، سلامتی اور امن تجارت اور پائیدار ترقی، سول سوسائٹی اور پیروی (Advocacy)، مہاجرین کے مسائل، تحفظ خوراک، آبادی کی پیروکاری میں میڈیا کا کردار، جبری نقل مکانی اور انسانوں کی تجارتی نقل وحمل، صنفی (نا) انصافی اور بے ضابطہ اور آزاد ماحول میں توانائی کی قیمتیں جیسے موضوعات پر سیر حاصل مقالے پڑھے گئے اور ان پر بھر پور مباحث ہوئے۔

یہ مقالے اور مباحث دراصل اس تحقیق کا نچوڑ تھے جو ایس ڈی پی آئی سمیت پاکستان اور دنیا بھر کے ملکوں میں ان موضوعات پر ہو رہی ہے اور جس کے ضمن میں تحقیق اور پالیسی کے درمیان حائل خلیج کو دور کرنے کے حوالے سے علم کے نئے نئے گوشے سامنے آئے۔ ایس ڈی پی آئی کی طرف سے کرامت علی، ڈاکٹر پرویز ہود بھائی، ڈاکٹر صبا گل خٹک، ڈاکٹر محمود احمد خواجہ، ڈاکٹر شاہین رفیع خان، ڈاکٹر عابد سلہری، ڈاکٹر اے ایچ نیئر، ڈاکٹر شفقت، شہباز بخاری اور احمد سلیم نے ایک یا ایک سے زائد اجلاسوں میں اپنے مقالات پیش کئے۔

پاکستان کے علاوہ بھارت، بنگلہ دیش، نیپال، سری لنکا، برطانیہ، امریکہ، جرمنی، کینیڈا، ارجنٹائن اور چلی سے متعدد سکالروں نے کانفرنس میں شرکت کی اور تین روز تک صحت منداور تعمیری بحث مباحثے کے ذریعے کئی علمی گتھیاں سلجھائیں۔ تیسرے روز کا آخری اجلاس، افتتاحی اجلاس کی طرح بھر پور اور پر جوش تھا جس سے خطاب کرتے ہوئے صحت کی سابق وزیر شاہین سردار علی نے پاکستان میں پالیسی سازی اور تحقیق و تجزیہ کے مابین پائی جانے والی دوری پر غم وغصہ کا اظہار کیا۔ انہوں نے مثالوں کے ذریعہ بتایا کہ کیسے مناسب تحقیق نہ ہونے کی وجہ سے، حکومت کی نیک نیتی کے باوجود پالیسی سازی میں کوتاہیاں ہوئیں۔

انہوں نے اس امر کی جانب اشارہ کیا کہ کیسے مناسب تحقیق و تجزیہ نہ ہونے کی وجہ سے زمینی حقائق اور کاغذات پر درج منصوبوں کے درمیان کوئی مطابقت پیدا نہ ہو سکی۔

کانفرنس کے موقع پر ایس ڈی پی آئی کی متعدد نئی مطبوعات، جن میں پچھلے سال کی کانفرنس میں پڑھے جانے والے تحقیقی مقالات کا مجموعہ بھی شامل ہے، نمائش کے لئے موجود تھیں۔ ان مطبوعات میں انگریزی اور اردو کے ساتھ ساتھ دو ماہی 'دھرتی' کے پنجابی، سندھی، بلوچی اور پشتو ایڈیشن بھی موجود تھے۔ 'دھرتی' ان چاروں زبانوں میں گزشتہ ڈیڑھ سال سے شائع ہو رہا ہے اور اپنی اپنی زبانوں کے ناظرین میں بے حد مقبول ہوا ہے۔ اردو یونٹ کی جانب سے سہ ماہی 'پائیدار ترقی' اور دو ماہی اردو 'دھرتی' کے ساتھ ساتھ کم و پیش دو درجن تحقیقی مقالات، مطبوعات کی شکل میں موجود تھے۔

سیمیناروں کا سلسلہ

تحقیق کے ساتھ ساتھ ایس ڈی پی آئی نے اپنے قیام کے آغاز میں ہی سیمیناروں کے انعقاد کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا۔ 12 جنوری 2004ء کو پاک بھارت مذاکرات کے حوالے سے منعقدہ سیمینار میں کہا گیا کہ پاک بھارت مذاکرات کا خیر مقدم کیا جائے۔19 جنوری کو کثیر القومی تیل کمپنیوں اور ترقی میں ان کے کردار کے موضوع پر بحث ہوئی۔اس سے قبل ''جامعات میں تشدد'' اور پارلیمان کے ایک سال کے موضوع پر سیمینار منعقد کئے گئے۔جامعات میں تشدد کے موضوع پر بحث میں حصہ لیتے ہوئے قائداعظم یونیورسٹی کے پروفیسر ڈاکٹر اے ایچ نیئر نے کہا کہ تعلیمی اداروں میں طالب علموں کے مابین سیاسی اور دیگر وجوہات کی بنا پر تشدد کے واقعات قابل افسوس امر ہے۔تعلیمی اداروں میں پیدا ہونے والے معمولی نوعیت کے تنازعات بہت قلیل وقت میں جنم لیتے ہیں لیکن بدقسمتی سے انتظامیہ کی جانب سے ان تنازعات کے تصفیہ یا انہیں حل کرنے کے لئے کوئی انتظام موجود نہیں ہوتا۔اور نتیجتاً یہ تنازعات آگے چل کر غیر معمولی نوعیت اختیار کر جاتے یں اور قیمتی جانوں کے ضیاع کا باعث بنتے ہیں۔

عرصہ 35 سال سے تدریس کے شعبے سے وابستہ قائداعظم یونیورسٹی اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشن کے صدر ڈاکٹر اعتزاز احمد نے کہا کہ گزشتہ ایک سال کے دوران مسلح کارروائیوں کی بنا پر چار طالب علم ہلاک ہو چکے ہیں جن میں آخری واقعہ نسلی بنیادوں پر بنائی جانے والی تنظیموں کے مابین فساد کے نتیجہ میں پیش آیا۔انہوں نے کہا کہ ہمارے معاشرے میں موجود مذہبی اور نسلی بنیادوں پر ہونے والے تشدد اور سوچ کا آئینہ دار قائداعظم یونیورسٹی میں ہونے والے واقعات کو کہا جا سکتا ہے۔تعلیمی معیار کے زوال کی جانب سفر اور طلباء پر مطالعہ کا دباؤ نہ ہونے کے باعث انہیں غیر نصابی اور سیاسی سرگرمیوں میں حصہ لینے کا موقع مل جاتا ہے جس کے نتیجے میں جان لیوا واقعات رونما ہوتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ سرکاری شعبہ میں موجود جامعات میں اساتذہ کی مراعات قلیل ہونے کے باعث وہ نجی اداروں میں آمدنی میں اضافہ کے لئے کام کرتے ہیں اور طلباء کے غیر تدریسی مسائل کے حل سے منہ موڑ لیتے ہیں۔قائداعظم یونیورسٹی کے طلباء کو امتحانات میں پاس کرنے اور خراب کارکردگی کے باوجود اگلے سمسٹر میں بھیج دینے کی نرم پالیسی کے باعث طلباء میں یونیورسٹی سے خارج ہونے کا خوف نہیں رہتا جب کہ خارج شدہ طلباء غیر قانونی طور پر ہوسٹلوں میں پناہ لیئے ہوتے ہیں۔اور بعدازاں دیکھا گیا ہے کہ یہی طلباء پر تشدد واقعات میں ملوث ہو جاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ یونیورسٹی انتظامیہ کے ان پُر تشدد واقعات سے قبل سرگرم کردار کی بجائے بعد میں سرگرمی اور بیرونی قوتوں سے مدد مانگنے کے نتیجے میں بھی حالات خراب ہوتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ انتظامیہ، اساتذہ اور طلباء کے اجتماعی اقدامات کے بغیر یونیورسٹی کی صورت حال بہتر نہیں بنائی جا سکتی۔ انہوں نے یونیورسٹی کی داخلہ پالیسی پر بھی کڑی نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا کہ مخصوص پروگرام میں داخلہ کے لئے داخلہ ٹیسٹ بھی نہیں لیا جاتا اس قسم کی پالیسی ملکی جامعات سے ختم کر دی گئی ہے۔انہوں نے کہا کہ ہاسٹلوں کے انتظامات اساتذہ کے حوالے کرنا بھی غیر متعلقہ اقدام ہے جس سے مہارت یافتہ اور تجربہ کار اساتذہ کا ضیاع ہو رہا ہے۔اس مقصد کے لئے متعلقہ شعبے سے تعلق رکھنے والے مہارت یافتہ عملہ کو تعینات کرنا چاہئے۔ طلبا کا موقف پیش کرتے ہوئے مطالعہ پاکستان شعبہ میں پی ایچ ڈی کے طالب علم نسیم میتلو نے کہا کہ یونیورسٹی میں غیر نصابی سرگرمیوں میں حصہ لینے کے لئے کوئی بھی تسلیم شدہ اور قانونی پلیٹ فارم نہیں ہے۔اساتذہ کے انتظامی امور میں زیادہ دلچسپی لینے کے باعث وہ طلباء کو غیر نصابی امور

پر بریفنگ نہیں دے پاتے۔انہوں نے کہا کہ ضلعی انتظامیہ صرف یونیورسٹی میں ہلاکت ہونے کے بعد متحرک ہوتی ہے اور مداخلت کرتی ہے بصورت دیگر وہ یونیورسٹی انتظامیہ کے دفاتر میں اجلاس کر کے واپس لوٹ جاتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ بحران اور تناؤ کی صورت میں یونیورسٹی انتظامیہ کو انتظار کرو اور دیکھو کی پالیسی ختم کر کے طلباء سے مذاکرات کے ذریعے مسائل حل کرنے کیلئے آگے آنا چاہئے۔انہوں نے کہا کہ اساتذہ کو بھی چاہئے کہ وہ طلبا کو ایک ذمہ دار شہری بننے کی تربیت دیں۔

اسلام آباد کے ایڈیشنل آئی جی راؤ اقبال نے کہا کہ پولیس جامعات میں ناخوشگوار واقعات سے نمٹنے کی صلاحیت رکھتی ہے لیکن پولیس اداروں کو مقدس مقام سمجھتی ہے جس کی بنا پر مداخلت نہیں کرتی۔قائداعظم یونیورسٹی میں بڑھتے ہوئے تشدد کے واقعات کے باعث اسلام آباد کی تمام جامعات میں اسی مقصد کے لئے خصوصی طور پر تربیت یافتہ کیمپس فورس پولیس تعینات کرنے پر غور کیا جارہا ہے انہوں نے کہا کہ جامعہ میں طلباء کی بجائے ہاسٹل پر دوست کو ہاسٹلوں کی الاٹمنٹ کرنی چاہئے۔طلبا کو مشاورت فراہم کرنے کے لئے سینئر اساتذہ کا تقرر عمل میں لانا چاہئے۔

اسی طرح 10 نومبر2003ء کو پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) نے پاکستان میں پارلیمان کے ایک سال کا جائزہ لینے کے لئے ایک سیمینار کا اہتمام کیا، جس میں اراکین اسمبلی کنور خالد یونس (متحدہ قومی موومنٹ)، ملک امین اسلم (پاکستان مسلم لیگ قائد اعظم) شاہ محمود قریشی (پاکستان پیپلز پارٹی پارلیمنٹیرین) اور سینیٹر ثناء اللہ بلوچ (بی این پی) نے شرکت کی۔شاہ محمود قریشی نے کہا کہ پارلیمنٹ کو فیصلہ سازی کا اختیار حاصل نہیں اس لئے یہ عوامی توقعات پر پوری نہیں اتری۔ایل ایف او کے حوالے سے تعطل کی ذمہ داری حکومت پر آتی ہے۔ اپوزیشن نے ہمیشہ بات چیت کو آگے بڑھانے کی بات چیت کی ہے۔انہوں نے دعویٰ کیا کہ پارلیمنٹ کی ناقص کارکردگی کی ذمہ داری حکومت پر عائد ہوتی ہے کیونکہ گزشتہ سال بھر کے دوران کورم کا مسئلہ بار بار سامنے آتا رہا جب کہ قائمہ کمیٹیوں میں اپوزیشن کو مناسب نمائندگی نہیں دی گئی۔اس طرح تمام اہم فیصلے پارلیمنٹ سے باہر ہوئے جس کی وجہ سے پارلیمنٹ کی حیثیت شوپیس سے زیادہ نہیں رہی۔

مسلم لیگ (ق) کے رکن قومی اسمبلی ملک امین اسلم نے کہا کہ عوام کو پارلیمنٹ سے بڑی توقعات وابستہ تھیں تاہم اراکین کے روّیے نے عوام کی امیدوں پر پانی پھیر دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ حکومت کو فعال کردار ادا کرتے ہوئے اپوزیشن سے صرف نظر کرنا چاہئے اور عوامی نوعیت کے حامل مسئلوں کے فوری حل کے لئے اقدامات اٹھانے چاہئیں۔رکن قومی اسمبلی اور متحدہ قومی موومنٹ کے کنور خالد یونس نے کہا کہ اپوزیشن کو ڈیسک بجانے کی بجائے سنجیدگی سے ایوان کی کارکردگی میں حصہ لینا چاہئے۔قائمہ کمیٹیوں کا مسئلہ اتنا اہم نہیں، یہ مسئلہ جلد طے کرلیا جائے گا۔اپوزیشن کی عدم موجودگی کی وجہ سے حکومتی اتحادی سخت سوالات کر کے اپوزیشن کا کردار ادا کر رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ ایل ایف او کے مسئلے پر اپوزیشن کی ہٹ دھرمی کے باعث قانون سازی کا کام نہیں ہورہا اور گزشتہ پارلیمانی سال اسی طرح ضائع ہوگیا ہے۔

بلوچستان نیشنل پارٹی کے سینٹر ثناء اللہ بلوچ نے کہا کہ اس ملک میں خاکی افسر شاہی ہمیشہ کسی نہ کسی صورت میں مسلط رہی ہے جس کی وجہ سے آج تک یہ فیصلہ نہیں ہو سکا کہ اس ملک میں وفاقی نظام ہے، صوبائی پارلیمانی نظام ہے یا آمرانہ طرزِ حکومت۔ ثناً اللہ بلوچ نے کہا کہ نہ تو وزیر اعظم جمالی نے اپنے ایک سالہ دورِ حکومت میں اور نہ جنرل پرویز مشرف نے اپنے تین سالہ دورِ حکومت میں، کبھی صوبوں کی رائے کو مدِ نظر رکھا ہے۔ جس کے باعث آج پاکستان پھر 1971ء کی صورت حال سے دوچار ہے۔ ملک میں امن وامان کی صورت حال کافی ابتر ہو چکی ہے۔ جگہ جگہ فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے ہیں۔ عوام بیروزگاری کے مسئلے کا شکار ہیں۔

31 جولائی 2006ء کو لبنان کے خلاف اسرائیلی جارحیت کے اثرات ومضمرات کے موضوع پر ایس ڈی پی آئی کے پلیٹ فارم سے ایک سیمینار منعقد ہوا جس میں معروف سفارتی اور دفاعی تجزیہ نگاروں نے موقف اختیار کیا کہ اسرائیل کی طرف سے لبنان کے خلاف کھلی بے رحمانہ جارحیت نہ صرف خطے بلکہ پورے عالمی تناظر پر گہرے اثرات مرتب کرے گی۔ انہوں نے کہا کہ انسانی حقوق اور جمہوریت کے متعلق، امریکہ کے دوہرے معیار اور اسرائیل نواز پالیسی کے باعث مسلم اُمّہ میں اس کے خلاف نفرت اور غصے کی لہر دوڑ گئی ہے جو عالمی امن کے لئے خطرے کی علامت ہے۔ ان کا خیال تھا کہ موجودہ بحران مسلمانوں اور مسلمان ریاستوں میں عدم تحفظ کا احساس پیدا کرے گا جس سے ان میں اتحاد پیدا ہوگا کیونکہ شیعہ سنّی اور عرب عجم تفریق کے مفروضے غلط ثابت ہو گئے ہیں۔

پاکستان عوامی تحریک کے سینیئر رہنما آغا مرتضیٰ پویا نے عرب اسرائیل تنازع کا تاریخی پس منظر پیش کرتے ہوئے کہا کہ یہ بحران صرف لوگوں کے مرنے کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ یہ بحران انسانیت اور اخلاقیات کا بحران ہے۔ حزب اللہ کی نہتی جدوجہد کو خراج تحسین بیان کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ان کی جدوجہد یہودی ریاست کے خاتمے کے لئے نہیں بلکہ یہ جنگ ظالم اور مظلوم کے درمیان ہے اور حزب اللہ مظلوموں کا ساتھ دے رہی ہے۔ مرتضیٰ پویا نے پاکستان کو اس بحران میں ''نرم مذمت'' کا رویہ اختیار کرنے پر خاص طور پر سخت تنقید کا نشانہ بنایا اور حکومت سے مطالبہ کیا کہ وہ فوری طور پر امریکی اور برطانوی سفیروں کی ملک بدری کے احکامات جاری کرے تاکہ ان ممالک کی حکومتوں پر معصوم لبنانیوں کے خلاف بے رحمانہ کارروائیوں کی روک تھام کے لئے دباؤ پیدا ہو۔ سابق سفیر طارق فاطمی نے کہا کہ اسرائیل کے موجودہ حملے اسرائیل کی مشترکہ سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت ہو رہے ہیں جن کا مقصد حماس کو تباہ کرنا اور حزب اللہ کو مفلوج کرنا ہے۔ انہوں نے کہا کہ امریکہ کی موجودہ پالیسی نہ تو اسرائیل کو محفوظ بنا رہی ہے نہ ہی اس خطے میں طویل عرصہ کے امریکی مفادات کے تحفظ کے لئے مددگار ثابت ہوگی۔ معروف سیاسی اور دفاعی تجزیہ نگار جنرل (ر) طلعت مسعود نے اس موقع پر لبنان اسرائیل بحران کے فوجی اور سیاسی پہلوؤں پر اظہار خیال کرتے ہوئے کہا کہ اسرائیل کی حکمت عملی کا مقصد حزب اللہ کو فوجی لحاظ سے کمزور کرنا اور مغرب نواز لبنانی وزیر اعظم کو سیاسی طور پر مضبوط کرنا تھا جبکہ اگلا ہدف جنوبی لبنان میں اقوام متحدہ کی قرارداد کے تحت عالمی امن افواج کی تعیناتی ہے تاکہ خطے میں اسرائیل کو مکمل تحفظ حاصل ہو جائے۔ انہوں نے کہا کہ اس حکمت عملی کا اگلا مقصد شام اور ایران کا حزب اللہ اور حماس کے ساتھ تعلق ختم کر کے خطے میں اسرائیل امریکہ کی اجارہ داری قائم کرنا ہے۔

بین الاقوامی اشتراکِ عمل

نومبر 2003ء کو بمقام انٹرنیشنل انسٹی ٹیوٹ آف سوشل ہسٹری، ایمسٹرڈیم (نیدرلینڈ) میں ’’محنت کی سیاست‘‘ کے وضوع پر ایک روزہ ورکشاپ منعقد ہوئی جس کا اہتمام چینجنگ لیبر ریلیشنز ان ایشیا (کلارا) نے کیا تھا۔ مقالہ نگاروں اور سامعین میں ہالینڈ سمیت، برطانیہ، ویت نام، انڈونیشیا اور پاکستان کے محققین شامل تھے۔ پاکستان کی نمائندگی احمد سلیم نے کی۔ ورکشاپ کے دو اہم مقالہ نگار پروفیسر آصف بایت (ڈائریکٹر IISM لیڈن) اور محترمہ امرتا چھاچھی (انسٹی ٹیوٹ آف سوشل سٹڈیز، ہیگ) بوجوہ شرکت نہ کر سکیں۔ آکسفورڈ یونیورسٹی میں ساؤتھ ایشین ڈیپارٹمنٹ کی نندنی گپتو نے جن کی احمد آباد کے مزدوروں کی جدوجہد کے حوالے سے کتاب، حال ہی میں کیمبرج یونیورسٹی نے شائع کی ہے، اپنے مقالے میں مزدوروں کی ہڑتالوں، مل مالکان کی تالہ بندی، مزدور طبقے کی تنظیم کاری کے حوالے سے کلبوں کے رول، مزدور طبقے میں فرقہ واریت کے رجحانات جیسے اہم نکات پر اظہار خیال کیا۔ انہوں نے مغربی بنگال کی کمیونسٹ حکومت پر سخت تنقید کی اور بتایا کہ سی پی ایم جب اقتدار سے باہر تھی، اس نے مزدوروں کی زبردست حمایت کی لیکن جیوتی باسو، جو تیس برسوں تک مغربی بنگال کے وزیر اعلیٰ رہے ہیں، جب برسر اقتدار آئے تو انہوں نے مزدوروں کی حمایت سے ہاتھ کھینچ لیا۔ ویت نام کی محترمہ نگئیم لئین ہونگ نے، جن کا تعلق ایمسٹرڈیم یونیورسٹی سے ہے، شمالی ویت نام کی گارمنٹ فیکٹریوں میں مزدور طبقے کو کنٹرول کرنے کی حکمت عملیوں کے بارے میں بات کی۔ ایمسٹرڈیم یونیورسٹی کی ہی پی ایچ ڈی کی ایک طالبہ ڈاکٹر اے رودنگ نے اپنے مقالے میں بنگلہ دیش سے بھرتی ہو کر انڈونیشیا اور ملائشیا کی فیکٹریوں میں کام کرنے والی خواتین کے بھرتی کے طریق کار ان کی بھرتی پر بنگلہ دیشی حکومت کی جانب سے عائد پابندی، پابندی کی صورت میں غیر قانونی طریقے سے ان کا وہاں داخلہ، مڈل مین کا استحصالی کردار اور مالکان کے استحصالی رویوں پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ انہوں نے سفارش پیش کی کہ بنگلہ دیشی حکومت کو بھرتی پر عائد پابندیاں ختم کر دینی چاہئیں کیونکہ بنگلہ دیشی عورتیں کسی نہ کسی طرح وہاں پہنچ جاتی ہیں۔ لیکن اس صورت میں وہ دوہرے استحصال کا شکار ہوتی ہیں۔ اس صورت حال میں ٹریفکنگ کا پہلو بھی زیر بحث آیا۔ ورکشاپ کی منتظم رتنا سپتاری نے تمام شرکاء خصوصاً نوجوان محققین کی کاوشوں کو سراہا۔ جو مستقبل کی تحقیق کے لئے ایک خوش آئندہ بات ہے البتہ انہیں اس امر پر تشویش ہے کہ جنوبی ایشیا، جنوب مشرقی ایشیا اور وسطی ایشیا میں ہونے والے تحقیقی کاموں میں باہم روابط موجود نہیں ہیں جس کی وجہ سے ہمیں ایک دوسرے کی تحقیقی حاصلات کا پتہ نہیں چلتا۔ کانفرنس کے اختتام پر ورکشاپ کے شرکاء کے لئے ایک پر تکلف عشائیے کا اہتمام کیا گیا۔

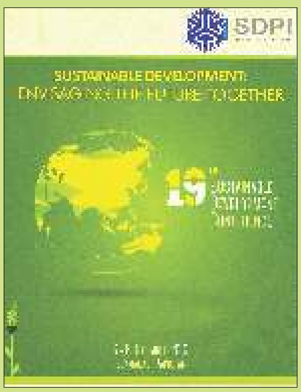

اس دوران پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی کے ریسرچ فیلو ڈاکٹر محمود احمد خواجہ نے سٹریٹجک اپروچ برائے بین الاقوامی کیمیائی مینجمنٹ (SAICM) کے 100 ویں اجلاس، جو بنکاک میں اوائل نومبر میں منعقد ہوا، میں شرکت کی۔ اس میں 160 ملکوں کے 300 سے زائد مندوبین شریک ہوئے۔ ایس ڈی پی آئی کی نمائندگی کرتے ہوئے ڈاکٹر محمود احمد خواجہ نے اجلاس سے اپنے خطاب میں کہا کہ ان کا ادارہ پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدار ترقی (SDPI)، آئی پی ای این (IPEN) جو کہ 65 ملکوں کی تین سو پچاس تنظیموں کا نیٹ ورک ہے، کا رکن ہے انہوں نے کہا کہ آئندہ چند دنوں میں مختلف ملکوں کے ممتاز مندوبین بین الاقوامی کیمیائی مینجمنٹ (SAICM) کے لئے حکمت عملی مرتب کرنے پر کام شروع کرنے والے ہیں۔ ایس اے آئی سی ایم تشکیل دیتے وقت تمام معزز مندوبین سے گذارش ہے کہ وہ بچوں کی صحت پر کیمیائی مادوں سے پڑنے والے اثرات پر خصوصی طور پر غور کریں۔ محمود احمد خواجہ نے مزید کہا: ’’آج صبح سلووینیا سے شریک ہونے والے مندوب کے مطابق بچوں پر بڑوں کے مقابلے میں کیمیائی اثرات زیادہ ہوتے ہیں اور وہ خود کو محفوظ بھی نہیں رکھ سکتے اور سیسے جیسے مہلک کیمیکل سے حفاظت کا کوئی یقینی طریقہ کار پہلے سے وضع شدہ نہیں۔‘‘ ان کا خیال تھا کہ پاکستان سمیت دنیا کے دیگر ملکوں میں سیسے سے پاک توانائی کے اجراء کے بعد سیسے سے متعلقہ ماحولیاتی مسائل ختم نہیں ہوئے۔ ان مسائل کے حل کے لئے اتنی ہی توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ سیسے کے ماحول میں پھیل جانے کے

دیگر ذرائع اب بھی موجود ہیں۔

جناب محمود اے خواجہ نے ایس اے آئی سی ایم کیلئے کانفرنس کے تمام معزز مندوبین کی توجہ اس امر کی جانب مبذول کرانا چاہی جس کے تحت تحفظاتی اصول اپنائے جاتے ہوں اور جس کے تحت سائنسی بنیادوں پر پائی گئی غیر یقینیت مذکورہ اصول اپنانے کے لئے کافی ہو اور مزید یہ کہ اس صورتِ حال میں نتیجہ خیز شواہد کے فقدان سے ماحول اور ان عام لوگوں کو فائدہ پہنچے گا نہ کہ ان کو جوان کیمیائی مادوں پر مبنی سرگرمیاں کرتے ہیں۔

بین الاقوامی شراکت کاری کے اعتبار سے ایس ڈی پی آئی نے ایک نئی پہل کاری ''ایک نئے جنوبی ایشیاء کا تصور کیجئے'' کا آغاز کیا۔

''ایک نئے جنوبی ایشیاء کا تصور کیجئے''! جنوبی ایشیا میں مشترکہ وژن اور مشن کے فروغ کے لئے شہریوں کی جانب سے وسیع تر اقدام ہے تاکہ اہم مسائل پر پالیسی میں زیادہ اشتراک پیدا کیا جا سکے، علاقائی تعاون میں اضافہ کیا جا سکے اور حکومتی اور سول سوسائٹی کی سطح پر زیادہ مشترکہ اقدامات کئے جا سکیں۔ یہ تنظیم ایک پُر امن، خوشحال، منصفانہ اور جمہوری جنوبی ایشیاء میں کی گئی پہل قدمیوں اور پروگراموں کے ساتھ مل کر کام کرے گی۔ یہ نہ تو کوئی نیا نیٹ ورک ہے نہ ہی اتحاد بلکہ یہ آزادی اور انصاف پر مبنی جنوبی ایشیاء کے لئے ایک وسیع تر پلیٹ فارم ہے۔

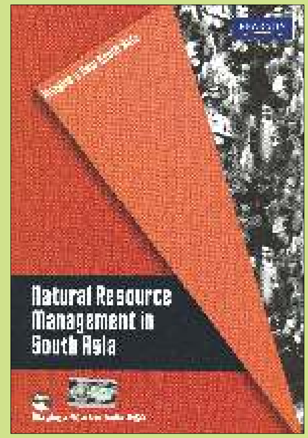

ایک نیا جنوبی ایشیا کیوں؟

سال 2007ء جنوبی ایشیا سے نوآبادیاتی قابضین کے جانے اور عظیم قومی ریاستوں کے قیام کی ساٹھویں سالگرہ ہے۔ پھر بھی گذشتہ دہائیوں میں اس خطے میں دنیا کے غریب لوگوں کی ایک تہائی تعداد آباد رہی اور یہاں روزانہ 100 ملین سے زیادہ افراد بھوکے رہتے رہے۔ جس سے وہ خواب جھوٹے دکھائی دینے لگے ہیں جو تحریک آزادی کے دنوں میں لوگوں نے اور ان ریاستوں کے بانیوں نے دیکھے تھے۔ بعد از نوآبادیاتی دور میں بھی لوگوں کے بنیادی حقوق کی پامالی جاری رہی ہے۔ بڑھتی ہوئی عدم مساوات، تشخص کی سیاست، سماجی اور سیاسی تصادم کے اس ماحول میں نااتفاقی، عدم اعتماد اور اندرونی سیاست میں ایک دوسرے کی مدد کرنے اور جنوبی ایشیا کا غربت، تصادم اور بے اعتمادی سے پاک مشترکہ وژن پیش کرنے کی بجائے ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کا رجحان زیادہ ہے۔

بہر حال، محرومی کے اس ماحول میں امید کی کرن بھی موجود ہے کہ نیپال کے عوام اپنے ملک کو جمہوریت کی راہ پر آگے بڑھانے کے لئے کوشاں ہیں، ہندوستان میں لوگ دریائے نرمدا کے قدرتی وسائل میں اپنا حق طلب کر رہے ہیں۔ بنگلہ دیش میں کانسات جیسی تحریکوں کے ذریعے سرکاری سہولیات میں کسانوں کے حق پر اصرار کیا جا رہا ہے۔ اجتماعی تحریکوں کے ذریعے حقوق کی بحالی کا یہ عمل تبدیلی کے اشارے دیتا ہے جہاں جنوبی ایشیا کے شہری بھوک اور محرومی سے پاک ایک متحرک اور متحد جنوبی ایشیا کے اجتماعی وژن کے لئے کوشش کر سکتے ہیں۔

آزادی کے ادراک میں موجودہ حالات کے برعکس، جو نوآبادیاتی حکمرانوں سے ورثے میں ملی ہے، شہریوں کے بنیادی حقوق، معاشی، سیاسی، سماجی اور ثقافتی حقوق، کا ادراک بھی شامل ہوتا ہے۔ نوآبادیاتی دور میں بنیادی حقوق سے ایک بڑی حد تک انکار کیا جاتا رہا۔ اپنی موجودہ شکل میں ریاست کے حکمران طبقے کی خصوصیات جبر، لڑاؤ اور حکومت کرو کی پالیسی ہیں۔ چھوٹی ریاستوں اور بڑی ریاستوں کے درمیان بھی ایسی ہی صورت حال موجود ہے۔ بڑی ریاستیں چھوٹی ریاستوں سے اپنے مفتوحہ علاقوں کی طرح کا سلوک کرتی ہیں۔ اس سہ طرفہ مسئلے نے خطے کے لوگوں میں نفرت اور شکوک وشبہات کو ہوا دی ہے اور ممالک کے اندر استحصال پیدا کیا ہے۔

- ایک نئے جنوبی ایشیا کا تعلق آزادی کے ادراک سے ہے، مجبوریوں سے آزادی، خوف سے آزادی اور باعزت انداز سے زندگی کی آزادی۔ اس کی بنیاد اس مقولے پر ہے کہ زمین پر رہنے والا ہر فرد ایک بااحترام زندگی گزارنے کے قابل ہے اور اس کا حق رکھتا ہے
- ایک نیا جنوبی ایشیا بھوک، افلاس اور نا امیدی سے آزاد خوشحالی کے حصول کے لئے ہے۔ ثقافتوں اور تہذیبوں میں تجربے اور تحریکوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ غریب سے غریب ترین لوگ بھی خود اپنی ترقی کے حصول کے لئے کام کر سکتے ہیں۔
- ایک نیا جنوبی ایشیا تنوع کو تسلیم کرتا ہے۔ جنوبی ایشیا میں دنیا بھر میں سب سے زیادہ متنوع اور رنگا رنگ ثقافت و معاشرت موجود ہے۔ اب موقعہ ہے کہ مذہبی تفاوت، ذات پات اور ثقافت کی بنیاد پر بالادستی اور جبر کے طریقوں سے نجات حاصل کی جائے۔
- ایک نیا جنوبی ایشیاء اجتماعی جمہوریت کے آغاز کے بارے میں ہے۔ یہ تنوع کی موجودگی میں شہری ہونے کی اصل روح سے استفادہ کرتے ہوئے جمہوری، غیر مرکوز سیاسی نظام کا مطالبہ کرتا ہے۔

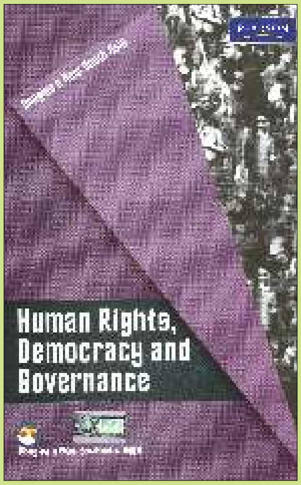

شہریوں کی جانب سے پہل قدمی

تمام جنوبی ایشیائی ممالک میں شہری اجتماعی، وفاقی اور متحرک جنوبی ایشیا کے لئے وسیع تر اور دور س اندازِ فکر کے ساتھ اس پہل قدمی کا آغاز کریں گے، جس میں ٹریڈ یونینوں، خواتین کی تنظیموں، کمیونٹی کی تنظیموں، چھوٹے کاروبار کرنے والوں کی تنظیموں، ماحول کے بارے میں تنظیموں، کسانوں کی تنظیموں، مقامی آبادیوں کی تنظیموں، تعلیمی تنظیموں، صحت کی تنظیموں، پروفیشنلز کی تنظیموں، غیر سرکاری تنظیموں، مذہبی انجمنوں، نوجوانوں کے گروپوں، سماجی طور پر پسماندہ گروہوں سمیت ہر شعبۂ زندگی کے لوگ شامل ہوں گے۔

شہریوں کی پہل قدمی کے بارے میں چار نقطہ ہائے نظر

ایک نئے جنوبی ایشیا کے ادارتی ڈھانچے کے لئے پالیسی کی تیاری

یہ کام بنیادی طور پر نئے انداز کا شمولیتی اقدام ہے جو وسیع تر مشاورت اور تحقیق کے ذریعے نئے تصورات بنانے اور پالیسی میں اشتراکِ عمل کے لئے نئے ایجنڈے تیار کرنے پر زور دیتا ہے جس سے جنوبی ایشیا کے تمام ممالک کو فائدہ پہنچے۔ اس کا اہم مقصد جنوبی ایشیا میں اتحاد کے لئے گہری تفہیم، صرف معاشی سطح پر ہی نہیں بلکہ آگے چل کر قریبی سیاسی اتحاد کے لئے تصورات پیش کرنا بھی ہے۔

نیٹ ورکس، اتحادوں اور تحریکوں کو لوگوں کی توقعات کی حمایت کرنا

جنوبی ایشیا کی اہم ترین چیز اس کی عوامی تحریکوں کی تاریخ ہے۔ خطے بھر کے نیٹ ورکس، اتحاد اور سماجی تحریکیں لوگوں کی توقعات کے حصول کے لئے ضروری اقدامات کے لئے مطالبات کو اجاگر کریں گی اور حکومتوں پر دباؤ ڈالیں گی۔

عوامی رائے کو متحرک کرنے کے لئے میڈیا کو شامل کرنا

میڈیا رائے عامہ کے رہنماؤں کو قریب تر لانے میں کردار ادا کرے گا تا کہ وہ ایک دوسرے کو جان سکیں، ایک دوسرے سے بات چیت کریں اور مباحثے کریں اور مل کر کام کریں۔ وہ منصفانہ جنوبی ایشیا کے لئے اپنے خیالات کا اظہار کالموں، ٹاک شوز میں بات چیت اور دوسرے میڈیا تقریبات کے ذریعے کریں گے۔

ایک نئے وژن کے لئے ثقافتوں کے درمیان رابطے

اداکار، شاعر، ڈرامہ نویس، موسیقار، کھلاڑی عوام کے ساتھ فلموں، کنسرٹ اور کھیلوں کے ذریعے رابطے بڑھائیں گے۔ حقوق کے بارے میں میلوں، ثقافتی پروگراموں اور عوامی تحریکوں اور جدوجہد کے بارے میں دستاویزی فلموں کا تبادلہ کیا جائے گا۔

نئے جنوبی ایشیاء کے لئے نئے خیالات

تحقیق کے لئے ایجنڈا

نئے جنوبی ایشیا کے لئے پہل قدمی کا پالیسی جزو شراکتی ہے، جو مشاورتی عمل اور تفصیلی تحقیق کے ساتھ ساتھ لوگوں کی تحریک، میڈیا کے ذریعے خیالات کے اظہار اور آرٹ اور کلچر کے فروغ کا ایک منفرد امتزاج ہے۔

یہ جزو نئے خیالات کے فروغ اور عوامی جنوبی ایشیا کے قیام کے لئے مرکوز علمی کوششوں کا ذریعہ ہے، یہ عمل صنفی اعتبار سے باشعور سیاست اور معیشت کا طریقہ اپنائے گا، اس کا مطلب یہ ہے کہ تحقیق کا ایک بنیادی مقصد سیاسی، سماجی اور اداراتی ڈھانچوں اور ان عملی راستوں کو سمجھنا ہے جو پالیسی فیصلوں اور نتائج کو تشکیل دیتے ہیں۔ تجزیہ کار عوام کو اختیارات کے تعلقات، طبقاتی تقسیم، صنفی نابرابری، سیاسی تحریک، سماجی بندشوں اور سیاسی حقائق کے حوالے سے ترقی کے مرکزی عنصر کے طور پر دیکھیں گے۔ یہ عمل پالیسیوں اور ان پر اثر انداز ہونے والے معاشی سماجی اور سیاسی اداروں دونوں کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہ عمل تحقیق کے عددی اور کیفیتی دونوں طریقوں کو تسلیم کرے گا۔

اس جائزے کے نتائج ایک متحرک جنوبی ایشیا کے لئے ایڈووکیسی کی بنیاد بنیں گے جہاں عوام بھوک اور محرومی سے آزاد ہوں اور انہیں ہر قسم کے حقوق حاصل ہوں۔

نئے جنوبی ایشیا کے لئے پہل قدمی کا پالیسی . وشراکتی ہے، جو مشاورتی عمل اور تفصیلی تحقیق کے ساتھ ساتھ لوگوں کی تحری ، میڈیا کے ذریعے خیالات کے اظہار اور آرٹ اور کلچر کے فروغ کا ای منفرد امتزاج ہے۔

تحقیق کے لئے چار موضوعاتی گروہ

معاشی انتظام وانصرام

- مشترکہ معاشی فریم ورک کے حصول کیلئے منصوبے کا خاکہ تیار کرنا
- ایسے اداروں کی نشاندہی کرنا جو عام مشترکہ مسائل مثلاً غربت، بھوک اور قدرتی وسائل تک رسائی میں دشواریوں، بین الاقوامی مالیاتی اداروں کی پالیسیوں سے نمٹنے کیلئے علاقائی معاشی فریم ورک تیار کریں۔
- واضح حکمتِ عملی تجویز کرنا جو علاقائی وسائل کو پائیدار اور منصفانہ انداز میں استعمال کر سکے جس سے شرحِ نمو میں بھی اضافہ ہو اور دولت کی نئے سرے سے تقسیم بھی ہو سکے
- فائدہ مند معاشی حل تلاش کرنا جو زراعت کے شعبے سے متعلق پسماندہ چھوٹے کسانوں، صنعتی مزدوروں اور غیر رسمی شعبے کے کارکنوں

کی ایک پائیدار ماحول میں مدد کرنے کے اصول پر مبنی ہو۔

توقع کی جاتی ہے کہ اس تحقیق میں خطے کے ڈیڑھ ارب لوگوں کے مسائل کے حل تجویز کئے جائیں گے۔ جو ایک نئے جنوبی ایشیاء کے لئے اجتماعی وژن پر مبنی ہوں گے جہاں وہ خوف کی زندگی بسر کرنے پر مجبور نہیں ہوں گے، انہیں قومی سرحدوں میں محدود نہیں ہونا ہوگا اور وہ بہتر روزگار کے مواقع، ماحول اور منڈیوں کے لئے ریاستی سرحدوں کو پار کرسکیں گے۔

قدرتی وسائل اور پائیدار ماحول

- توانائی، پانی، جنگلاتی وسائل کے علاقائی سطح پر استعمال کے طریقے تجویز کرنا تاکہ مجموعی طور پر عوام کو فائدہ پہنچے۔
- آب وہوا میں تبدیلی کے سلسلے میں اقدامات سمیت پائیدار ماحول کے لئے متبادل پالیسی فریم ورک تجویز کرنا۔
- اس شعبے میں پیشہ ورانہ ادارے قائم کرنے کے بارے میں تجاویز دینا۔
- ایسے طریقوں کی نشاندہی کرنا جن سے غریب ترین طبقات بشمول خواتین اپنی اراضی پر اور آگے چل کر اپنے روزگار پر کنٹرول حاصل کرسکیں۔

یہ تحقیق خطے کے اثاثوں بشمول معدنی، آبی اور جنگلاتی وسائل کی نشاندہی کیلئے ایک مشترکہ ایجنڈا تیار کرے گی جس سے خطے کو زیادہ خود کفیل بنانے میں مدد مل سکے۔ اس وقت ایسا کوئی اشتراک موجود نہیں ہے جو باہمی فائدے کے لئے ہو بلکہ یکطرفہ منصوبوں نے پڑوسی ممالک کو نقصان پہنچانے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے۔

انسانی حقوق، جمہوریت اور حکمرانی

- جنوبی ایشیا کے انسانی حقوق کے چارٹر، انسانی حقوق کی عدالتوں اور جنوبی ایشیائی پارلیمنٹ پر زور دیتے ہوئے حقوق کو یقینی بنانے اور عوام پر مرکوز جمہوری عمل اور اداروں پر توجہ دینا۔
- عدلیہ، مقنّنہ اور انتظامیہ کے درمیان چیک اور بیلنس کا نظام تجویز کرنا جو دوسو سال پرانے نوآبادی قواعد وضوابط کا جائزہ لے اور ان کی اصلاح کرے۔

ان سب چیزوں کے نتیجے میں جنوبی ایشیائی برادری کے لئے زیادہ آزادی حاصل ہوسکے گی اور توقع ہے کہ وہ دوسری چیزوں کے ساتھ ساتھ تشدد اور عدم استحکام سے بھرپور مشترکہ تاریخ کے پس منظر میں معاشی، سماجی اور سیاسی حقوق کے اداروں کے خاکے سمیت حکمت عملی کی سمت متعین کر سکیں گے۔

امن اور انصاف

- ایسے طریقے، ذرائع اور اداراتی ڈھانچے تجویز کرنا جن کی علیحدگی کی سیاست سے ہٹ کر اشتراک کی سیاست کے آغاز کے لئے ضررت ہے اور اس کے لئے تصادم، جنگی تیاریوں، نسل ذات پات، مذہب کی بنیاد پر شدت پسندی جیسے مسائل پر توجہ دی جائے۔
- اجتماعیت پر عمل کرنے کے لئے نظام تلاش کرنے کی کوشش کی جائے جو اس وقت مذاہب، نسل، ذات پات اور ثقافت وغیرہ کے نام پر بالادستی اور جبر کے اقدامات کا شکار ہے اور امن کی بنیاد پر قائم انصاف کے لئے تجاویز پیش کی جائیں۔

یہ جائزہ جمہوری اور غیر مرکوز اجتماعیت پر مبنی جنوبی ایشیا کے لئے امکانات کا جائزہ لے گا۔ سیاسی نظام میں یہ گنجائش موجود ہونی چاہئے کہ کارکن تنوع کو قائم کرنے کی خاطر اقلیتوں کی ثقافت کے بارے میں ایک زیادہ منصفانہ طرزِ عمل اختیار کریں۔ امن اوانصاف کے بارے میں رپورٹ ایسے امکانات کا آغاز کر سکتی ہے جو باہمی اعتماد پر قوموں کو اکٹھا کر سکیں۔

شریک ممالک: افغانستان، بنگلہ دیش، بھوٹان، ہندوستان، مالدیپ، نیپال، پاکستان، سری لنکا

تحقیقی پراجیکٹس

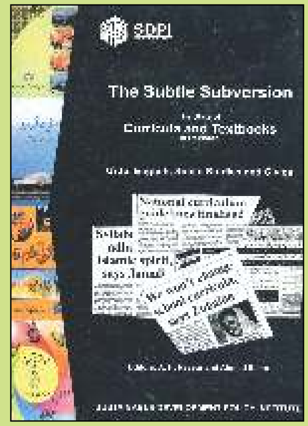

1۔ قومی تعلیمی پالیسی

سول سوسائٹی کی جانب سے تعلیمی اصلاح کے باب میں گزشتہ کئی برسوں سے عملی کوششوں کا سلسلہ جاری ہے اس سلسلے میں متعدد مطالعے بھی سامنے آچکے ہیں۔2003ء میں ایس ڈی پی آئی نے نصاب اور درسی کتابوں کی اصلاح کے موضوع پر ایک تحقیقی رپورٹ (Subtle Subversion) شائع کی تھی جس کے حق اور مخالفت میں کافی ردعمل دیکھنے میں آیا۔ نصابی عمل سے متعلق حکومتی اداروں نے بھی منفی ردعمل کا مظاہرہ کیا تاہم تعلیم کو مثبت راہوں پر آگے بڑھانے کے سلسلے میں دردمند حلقوں نے اس رپورٹ کی تائید بھی کی۔

ایس ڈی پی آئی نے اس کے فالواپ کے طور پر ایک دو مزید اقدام بھی کئے اور فروری 2005ء میں 1998ء کی قومی تعلیمی پالیسی کے جائزے اور پالیسی سفارشات کی ترتیب و اشاعت کے لئے تین ماہ کے ایک تحقیقی پراجیکٹ پر کام کا آغاز بھی کیا۔ اس پراجیکٹ کیلئے مالی معاونت سیودی چلڈرن، یو کے کی وساطت سے کام ویلتھ فنڈ برائے تعلیم نے کی جبکہ پاکستان کولیشن فار ایجوکیشن (PCE) کے مرکزی اور صوبائی دفاتر نے ورکشاپس کے انعقاد میں مقامی سہولتوں کی فراہمی اور ورکشاپس کے شرکاء کی نشاندہی میں مدد کی۔

ڈاکٹر اے ایچ نیئر اور احمد سلیم نے اپنے تین معاونین، ذوالفقار علی، رافعہ سلطانہ اور بینش طاہر کی مدد سے اس پراجیکٹ کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا۔

پشاور، لاہور، کراچی، کوئٹہ اور اسلام آباد میں دو دو دن کی جو ورکشاپس منعقد ہوئیں ان میں تعلیم سے متعلق دس اہم موضوعات پر مباحث ہوئیں اور سفارشات پیش کی گئیں۔ ان میں تعلیم کے اغراض و مقاصد، تعلیم کی فراہمی بشمول سرمایہ، تعلیم تک رسائی اور اس میں سب کے لئے یکساں مواقع، تعلیم کی کوالٹی، اساتذہ کی استعداد، پڑھانے کے طریقے اور تربیت، امتحانی نظام، تعلیمی انتظام کاری، تکنیکی اور پیشہ ورانہ تعلیم، لسانی تدریس اور زبان بطور ذریعہ تعلیم، تعلیم کی نجی شعبہ اور اعلیٰ تعلیم جیسے موضوعات شامل تھے۔ ان موضوعات پر سیر حاصل مباحث ہوئیں اور بہت سی نئی تجاویز سامنے آئیں۔

رپورٹ کو دو حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ پہلا حصہ 1998ء کی تعلیمی پالیسی کے تنقیدی جائزے اور ایک نئی تعلیمی پالیسی کے لئے اہم سفارشات پر مشتمل ہے۔ جبکہ دوسرے حصے میں پانچوں شہروں میں ہونے والی ورکشاپس کا خلاصہ مرتب کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اگست کے اوائل میں ڈرافٹ کو حتمی شکل دے کر شائع کر دیا جائے گا۔

قومی تعلیمی کانفرنس

30-31 مئی کو اسلام آباد میں قومی تعلیمی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا، جس میں سرکاری نمائندگی کے ساتھ، تعلیمی ماہرین، سول سوسائٹی اور نجی تعلیم کے شعبے سے وابستہ افراد نے شرکت کی۔

ایس ڈی پی آئی کی جانب سے ڈاکٹر اے ایچ نیئر اور احمد سلیم شریک ہوئے۔ڈاکٹر نیئر نے نصاب اور نصابی کتب میں اصلاح اور بہتری کے پینل میں شرکت کی اور حکومت کو پالیسی سفارشات مرتب کرنے میں مدد کی۔ڈاکٹر نیئر جو اسی موضوع پر ایس ڈی پی آئی کی ایک پرانی رپورٹ کے ساتھی مصنف بھی ہیں، نے اس سلسلے میں اہم پالیسی تجاویز دیں۔

احمد سلیم، جو ایک پینل میں ایس ڈی پی آئی کی نمائندگی کر رہے تھے نے بھی بعض اہم پالیسی سفارشات کی تشکیل اور منظوری میں حصہ لیا۔ان کے پینل سے دیگر سفارشات کے ساتھ ساتھ یہ بھی تجویز کیا گیا تھا کہ پاکستان کی چاروں صوبائی حکومتوں کو یہ اختیار ہونا چاہئے کہ وہ اپنے اپنے صوبے میں مادری زبان کو ذریعہ تعلیم قرار دے سکیں اور اس کا عملی نفاذ کر سکیں۔

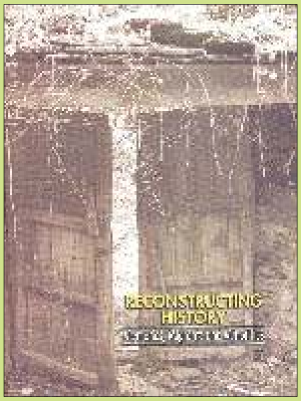

2۔ یادیں، امید اور ہم آہنگی

ایس ڈی پی آئی نے 2005-2007ء کے دوران ایک تین سالہ تحقیقی پراجیکٹ پر کام کیا۔اس تحقیق کے نتائج دو جلدوں

1. Reconstructing History: Memories, Migrants and Minorities
2. The Land of Two Partitions and Beyond

میں سامنے آئے۔اس تحقیق کی کامیاب تکمیل کے لئے ہینرخ بول فاؤنڈیشن (HBF) نے تعاون کیا۔اس کے لئے پاکستان، ہندوستان اور بنگلہ دیش میں 1947ء اور 1971ء کے ساتھ ساتھ مذہبی اقلیتوں کے نمائندوں کے تفصیلی انٹرویوز ریکارڈ کئے گئے۔

تحقیقی رپورٹیں

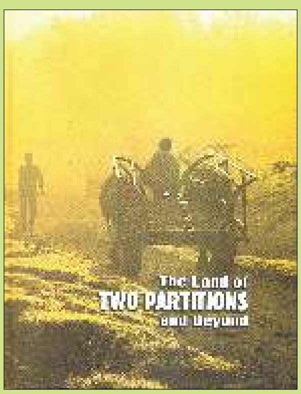

1۔پاکستان میں پانی ختم ہو رہا ہے؟

ایس ڈی پی آئی کے ریسرچ فیلو اور اس دور کے ڈپٹی ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے ارشد ایچ عباسی کے اشتراک سے اس موضوع پر ایک بھرپور اور جامع رپورٹ تیار کی۔مصنفین نے حالات کی سنگین صورت حال کا جائزہ لیتے ہوئے لکھا:

''پاکستان کا جلد ہی ان ممالک میں شمار ہوگا جو پانی کی قلت کا شکار ہیں'' یہ بات اقوام متحدہ کے پروگرام برائے ماحولیات (UNEP) کی ماحولیاتی صورت حال کے بارے میں تازہ ترین رپورٹ میں کہی گئی ہے۔اس کی تصدیق پاکستان میں پانی کی صورت حال کے بارے میں عالمی بنک کی تازہ رپورٹ میں بھی کی گئی ہے۔جس کا عنوان ہے''پاکستان: جہاں پانی ختم ہو رہا ہے'' آبادی میں اضافے، شہروں کی طرف تیزی سے نقل مکانی، پانی کے فی کس استعمال میں اضافہ (انداز زندگی بہتر ہونے کے باعث؟) اور آب وہوا میں تبدیلیاں ان وجوہات میں سے چند ہیں جن کا ذکر ملک میں پانی کی کمی کے سلسلے میں کیا جاتا ہے۔تاہم، ہم سمجھتے ہیں یہ پانی کے انتظامات کی خرابی، نالائقی اور آبادی میں اضافے کی بلند شرح کا خطرناک امتزاج ہے جس نے پاکستان کو پانی کی قلت کی صورت حال میں دھکیل دیا ہے اور اب ہمارے انتظامی ماہرین کے پاس غلطی کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔

یوں دکھائی دیتا ہے کہ اب تک اس بحران کو ٹالنے کے لئے اختیار کیا جانے والا طریق کار انتہائی غلط تھا۔ہم تاریخی طور پر اس سوچ کے مالک ہیں کہ نئے آبی وسائل تلاش کئے جائیں لیکن آج کے وسائل کے بچاؤ کے دور میں توجہ اس بات پر ہونی چاہئے کہ دستیاب آبی وسائل کا کفایت شعارانہ استعمال کیسے کیا جائے بجائے اس کے کہ نئے وسائل تعمیر کئے جائیں۔بدقسمتی سے وہ لوگ جن کے بولے ہوئے الفاظ پینے کے پانی کے وسائل کے بارے میں قانون کا درجہ رکھتے ہیں وہی غلطی بار بار دہراتے ہیں۔یعنی نئے تصورات پر کوئی توجہ نہ دینا اور ''پانی کے نئے وسائل'' کے

لئے فیزیبلٹی رپورٹیں تیار کرتے جانا۔ان کی توجہ اس صورت حال کو درست کرنے کے لئے بڑے پیمانے کے اقدامات کرنے پر ہے جبکہ آج کے دور میں بہتر علاج یہ ہوگا کہ پانی کے ختم ہوتے ہوئے وسائل کی چھوٹی سطح پر بچت کی جائے۔

یہ چھوٹی سطح پر انتظام وانصرام کیوں ضروری ہے؟ اسلام آباد کی ہی مثال لے لیجئے، جہاں حکومت کی بعض رپورٹوں کے مطابق، ذخیرے سے صارف تک پہنچنے کے راستے میں پانی کا ضیاع کل پانی کے 60 فیصد سے بھی زیادہ ہے۔ یہ بڑے آبی ذرائع جو اسلام آباد کے لئے پانی مہیا کرتے ہیں۔خانپور ڈیم، سملی ڈیم اور زیرِ زمین سے ٹیوب ویلوں کے ذریعے نکالا جانے والا پانی ہیں۔خانپور ڈیم کو لے لیجئے۔اسے 1985ء میں 6.178 ملین روپے کی خطیر رقم سے ملک کے دارالحکومت اور اس کے جڑواں شہر راولپنڈی کی پانی کی ضروریات 2030ء تک پوری کرنے کے لئے تعمیر کیا گیا۔(جس میں آبادی میں اضافے کو بھی مدنظر رکھا گیا تھا) ابتداء میں خانپور ڈیم کی پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش 110,000 ایکڑفٹ تھی۔آج بھی اس کی پانی ذخیرہ کرنے کی گنجائش 191,000 ایکڑفٹ ہے جو سملی ڈیم کی گنجائش (27,800 AF) سے تین گنا زیادہ ہے یہ بات قابل غور ہے کہ بڑا ڈیم کم پانی فراہم کر رہا ہے (23 ملین گیلن یومیہ) جبکہ چھوٹا ڈیم زیادہ پانی فراہم کر رہا ہے (40 ملین گیلن یومیہ)۔

یہ سمجھنے کے لئے خانپور کیوں اتنا پانی فراہم نہیں کر رہا جتنا کہ اسے کرنا چاہئے، کسی پیچیدہ تجزیے کی ضرورت نہیں ہے۔اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ 1986ء میں آبی ذخیرے سے جڑواں شہروں کو پانی کے لے جانے کے لئے جو راستہ ملک کے اعلیٰ ترین فیصلہ ساز ادارے ایگزیکٹو کمیٹی آف نیشنل اکنامک کونسل نے چنا وہ غلط تھا۔اس تباہ کن انتخاب کی کہانی 1983ء سے شروع ہوتی ہے۔حکومت پاکستان نے جاپان انٹرنیشنل کوآپریشن ایجنسی (JICA) سے درخواست کی کہ وہ خانپور سے راولپنڈی /اسلام آباد کو پانی فراہمی کے بارے میں ایک تفصیلی جائزہ پیش کرے۔

جائیکا کے جاپانی ماہرین کی ایک ٹیم نے (حکومت جاپان کی طرف سے) تفصیلی فیزیبلیٹی جائزہ لیا اور پانی کی ترسیل کے لئے تین متبادل طریقے تجویز کئے جو یہ تھے۔(1) 19 کلومیٹر لمبی بائیں کنارے کی نہر کے ذریعے پانی نکلسن کی یادگار تک لایا جائے؛ (2) خانپور سے اسلام آباد کو نہر اور پمپنگ سٹیشن کے ساتھ ساتھ ایک چھوٹی سرنگ کے ذریعے براہ راست پانی فراہم کیا جائے؛ (3) ایک طویل سرنگ کے ذریعے جھیل سے کشش ثقل کے تحت بہاؤ سے براہِ راست اسلام آباد کو پانی سپلائی کیا جائے۔اس منصوبے پر 1985ء میں ایکنک کے ایک اجلاس میں جائیکا کی تجاویز کی روشنی میں غور کیا گیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ واپڈا ان تینوں متبادل طریقوں کا جائزہ لے اور مناسب ترین طریقہ تجویز کرے۔واپڈا نے تیسرے طریقے کے حق میں سفارش کی کیونکہ یہ سب سے سستا اور مناسب راستہ تھا۔لیکن ایکنک نے 1986ء میں اس تجویز کو مسترد کر دیا اور پہلے طریقے کو اپنانے کا فیصلہ کیا۔اس کا مطلب یہ تھا کہ پانی پہلے جھیل سے نیچے کی طرف بہے گا اور پھر پمپ کے ذریعے 400 فٹ کی بلندی پر لے جایا جائے گا۔صرف اس پمپنگ کے لئے بجلی کا ماہانہ بل 7 ملین سے زیادہ ہے۔اس فیصلے کے نتائج اب اس سے کہیں زیادہ خوفناک ثابت ہو رہے ہیں۔ جتنا کہ ماہرین کو خطرہ تھا۔اس صورت حال کے کچھ پیچیدہ پہلو بھی ہیں: پانی کی فراہمی کے نظام کو چلانے اور دیکھ بھال کی زیادہ لاگت اور پانی کی کوالٹی اور دستیابی۔ بائیں کنارے کی نہر ٹیکسلا کی کچھ بڑی اور اہم صنعتوں کے پاس سے گزرتی ہے جہاں پانی میں ناصاف صنعتی فضلات شامل ہوتے ہیں۔ایک بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ خانپور ڈیم سے بائیں کنارے کی نہر کی پانی لے جانے کی گنجائش وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ نہر کی حالت خراب ہونے کی وجہ سے 440 کیوسک سے کم ہو کر 124 کیوسک رہ گئی ہے نہر کے ٹوٹے پھوٹے ڈھانچے کو اس کے راستے میں موجود سٹون کرشنگ کے کاروبار سے بھی خطرات کا سامنا ہے کیونکہ ان سے ملبہ مسلسل نہر میں گر رہا ہے اور اس کی گنجائش کو کم کر رہا ہے۔

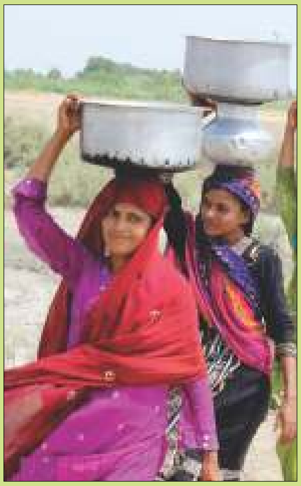

جائیکا نے 2003ء میں منصوبے کی تکمیل کے بعد ایک اور جائزہ لیا اور یہ نتیجہ اخذ کیا کہ علاقائی خشک سالی ڈیم کو پانی کی کم سپلائی کی وجہ سے ہے

تاہم تجزیہ کار نے اس حقیقت کو نظر انداز کر دیا کہ 2003ء میں 4,560 ملین گیلن پانی خانپور ڈیم کے سپل وے کے ذریعے خارج کیا گیا (یعنی یہ پانی نہر سے اس طرف لایا گیا ہے) تا کہ ڈیم کو جو اپنی گنجائش تک بھر چکا تھا ٹوٹنے سے بچایا جاسکے۔ 2005ء میں ذخیرہ کیئے گئے پانی کے اعداد و شمار سے پتہ چلا ہے کہ 20,266.47 ملین گیلن پانی سپل وے کے ذریعے خارج کرنا پڑا۔ یہ راولپنڈی کی پانی کی سالانہ کھپت سے بھی زیادہ مقدار ہے۔

پانی کے اس ضائع کن لیکن ضروری اخراج کے علاوہ پانی کا رساؤ بھی پانی کے ضیاع کی اہم وجہ ہے۔ خانپور ڈیم سے روزانہ رساؤ کی مقدار نچلی سطح پر 16 MGD ہے اور اوپر کی سطح پر 40 MDG ہے (اوپر کی سطح اس وقت ہوتی ہے جب ڈیم پورا بھر جاتا ہے) اس کا اسلام آباد کی روزانہ اوسط ضرورت سے موازنہ کیا جائے تو 65 MDG ہے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ اس رساؤ کو روکنا بھی دار الحکومت کو پانی کی فراہمی میں استحکام کے لئے اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

اب جب کہ یہ بات واضح ہوتی جارہی ہے کہ خانپور ڈیم اسلام آباد کی پانی کی ضرورت کو پورا نہیں کرسکتا تو سرکاری اہلکاران ایک مرتبہ اسی قسم کی غلطیوں سے بھرپور راستے کو دوبارہ اپنانے پر تلے ہوئے ہیں۔ پانی کی کمی کے مسئلے سے نمٹنے کے لئے سی ڈی اے نے ایک مشاورتی فرم کو 15 ملین روپے کی رقم دی کہ وہ دریائے سندھ یا دریائے جہلم سے پانی اسلام آباد تک لانے کے لئے فیزبیلیٹی جائزہ لے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رہنی چاہئے کہ وہ مقامات جہاں ان دونوں دریاؤں سے پانی حاصل کیا جانا ہے وہ اسلام آباد سے اوسطاً 900-800 فٹ نیچائی پر واقع ہیں اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر ان دو دریاؤں سے پانی اسلام آباد کو سپلائی کیا گیا تو اسے کم از کم آٹھ سو فٹ کی اونچائی پر لے جانا پڑے گا۔

خانپور ڈیم کے مطالعاتی جائزے سے پتہ چلتا ہے کہ اگر ہم پانی کے موجودہ وسائل کو بچانے اور ماضی کی غلطیوں کو دہرانے کی بجائے انہیں دور کرنے پر توجہ مرکوز کریں تو بہت کچھ حاصل کیا جاسکتا ہے اگر قومی خزانے پر بوجھ ڈال کر دارالحکومت میں، بااختیار لوگوں کی ناک کے نیچے فاش غلطیاں کرنے کا سلسلہ جاری رہا تو پھر باقی سارے ملک میں حالت کیا ہوگی؟

آخر میں ہمیں یہ کہنے دیجئے کہ پاکستان پانی کی قلت کا شکار ہوتا جارہا ہے۔ اس لئے نہیں کہ آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے یا آب و ہوا میں تبدیلیاں آرہی ہیں بلکہ اس کی وجوہات بدانتظامی اور ناقص فیصلہ سازی ہیں۔ یہ دونوں قلیل مدتی فائدوں کی خاطر پائیدار ترقی کے بنیادی اصولوں کو نظر انداز کر دیتے ہیں۔ خانپور ڈیم کے بارے میں مطالعاتی جائزے سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ پاکستان اپنے پینے اور زراعت کے لئے مطلوبہ پانی کی مقدار آسانی سے پوری کرسکتا ہے اگر موجودہ وسائل کو با کفایت انداز میں اور خوش انتظامی کے ساتھ استعمال کیا جائے۔ کون کہتا ہے کہ ڈیموں کی تعمیر کا معاملہ کچھ کرنے یا مر جانے کا مرحلہ ہے

2۔ یوکلپٹس کی بڑے پیمانے پر شجرکاری ماحول کے لئے خطرہ

اگرچہ پاکستان میں یوکلپٹس کی شجرکاری کا آغاز بہت برس پہلے ہوا لیکن اس کے منفی اثرات کا ادراک ابھی حال میں ہوا ہے۔ ایک شدید منفی اثر جو ممکنہ طور پر نقصان دہ بھی ہوسکتا ہے وہ یہ کہ پورے ماحولیاتی نظام کی آبی صورت حال تبدیل ہو جائے گی۔ اس درخت کے تیزی سے بڑھنے اور پانی جذب کرنے کی وجہ سے یہ پانی کی زیر زمین سطح کو نیچے کر دیتا ہے۔ اس بات کے واضح ثبوت موجود ہیں کہ ہندوستان میں اور دوسرے خطوں میں یوکلپٹس کی شجرکاری کی وجہ سے پانی کے وسائل میں تیزی سے کمی واقع ہوئی۔ عموماً یوکلپٹس گھنے جھنڈ کی صورت میں اگتا ہے جس سے مقامی پودوں اور زرعی فصلوں کو شدید ماحولیاتی اور معاشی نقصان اٹھانا پڑتا ہے۔ مثال کے طور پر یوکلپٹس کے متعارف کرائے جانے کی وجہ سے گھاس کی قسم دراب ضلع مردان میں اب ناپید ہو چکی ہے۔ یوکلپٹس سے پیدا ہونے والے زہریلے مادوں نے مقامی قسم کی گھاس کی نشو ونما روک دی ہے۔

اس خطرناک صورت حال میں ایک استثنا یہ ہے کہ یوکلپٹس زیادہ نمکیات کو برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جس کی وجہ سے یہ درخت معاشی لحاظ سے ان علاقوں میں زمین کی بحالی کے لئے فائدہ مند ہوسکتا ہے جہاں سیم اور تھور سے لاکھوں ایکڑ زمینیں بنجر اور ناقابل کاشت ہو چکی ہیں۔

یوکلپٹس اور دوسرے مضر اقسام کے درختوں کے بارے میں ایک جامع مطالعاتی جائزے کی ضرورت ہے تا کہ پاکستان کے حیاتیاتی تنوع کے منصوبہء عمل میں ترمیم کی جاسکے اور ان اقسام کی نشاندی کی جاسکے جو ماحولیاتی اور معاشی نظام کو نقصان پہنچاتی ہیں۔ اس وقت حیاتیاتی تنوع کے منصوبہء عمل میں صرف ایک جملہ درج ہے جو اجنبی اقسام کے بارے میں ہے۔ یہ ایکشن 6.6 ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ''مضر غیر ملکی اقسام کے اشجار اور پودوں پر کنٹرول کے لئے اقدامات کرنا اور پودے متعارف کرانے کی روک تھام۔''

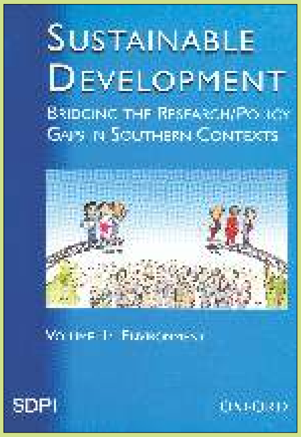

ساتویں، آٹھویں اور نویں سالانہ پائیدار ترقی کانفرنسیں

2004-2006ء کے دوران ایس ڈی پی آئی کی تین سالانہ پائیدار ترقی کانفرنسیں منعقد ہوئیں

ساتویں کانفرنس، دسمبر 2004ء

ایس ڈی پی آئی کی ساتویں سالانہ پائیدار ترقی کانفرنس کا آغاز دسمبر 2004 کو ہوا۔ ایس ڈی پی آئی کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر صبا گل خٹک، ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین شمس الملک، اور وزیر ماحولیات میجر (ریٹائرڈ) طاہر اقبال افتتاحی اجلاس میں موجود تھے۔ اس اجلاس میں مجموعہ مضامین ''پائیدار ترقی: ترقی پذیر ممالک میں ریسرچ اور پالیسی کے فاصلے میں کمی'' کا بھی افتتاح کیا گیا۔

صبا گل خٹک نے ہم خیال انشوروں کارکنوں مفکروں اور پالیسی سازوں کا خیر مقدم کیا، جو صرف دوستی، خوش مزاجی، امید، مختلف پیشہ ورانہ خوالوں سے مشترک تجربوں سے ہی نہیں بلکہ خیالات، تصورات اور مستقبل کے ناطے سے بھی ایک دوسرے سے جڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ کانفرنس کے لئے موضوع کی تلاش کس طرح آسان بھی تھی اور مشکل بھی کیونکہ، خواہ وژن 20/20 ہو یا ملینیم ترقیاتی اہداف، پائیدار ترقی اور طرز حکمرانی کے درمیان موجود تعلق کے بارے میں پیچیدہ مباحث کے باوجود اعلیٰ سطح پر بہت کم کامیابی حاصل ہونے کی وجہ سے مایوسی کا احساس پایا جاتا ہے۔

''جدید لبرل معاشی پالیسیوں اور سیاسی درجہ بندیوں کی موجودگی میں جو حال ہی میں دنیا میں رواج پا گئی ہیں۔ امکان کی سیاست کہاں ہے۔۔ کیا یہ ممکن ہے کہ جو مسائل ہمیں درپیش ہیں انہیں الگ الگ کر کے حل کیا جائے؟ کیا ہمیں ہر چیز کو علیحدہ شعبے کے حوالے سے دیکھنا چاہئے؟ یا کیا یہ ممکن ہے کہ مسائل کو ان کی تمام تر پیچیدگی کے ساتھ سمجھا جاسکے اور حل کیا جاسکے؟

''واقعی، کیا یہ ہمارے لئے ممکن ہے کہ ہم اپنی غلیظ اور گھٹیا حقیقتوں کو، جو کسی منطقی تسلسل سے محروم ہیں اور سیاست اور متنازعہ تاریخ پر مبنی ہیں تھوڑی بہت عقل اور شعور دے دیں؟''

ان کا کہنا تھا کہ آج کے دور میں ہماری مشکلات کی نوعیت میں تبدیلی آئی ہے کیونکہ ان مسائل کے علاوہ جو ہمیں ماضی میں درپیش تھے، ہمیں اب یہ بھی سوچنا پڑتا ہے کہ کیا ہم دہشت گرد پیدا کر رہے ہیں، کیا ہم تہذیبوں کے تصادم کو ہوا دے رہے ہیں جس میں ہم اجتماعی طور پر اپنی خواہش کے برعکس محض اپنی موجودگی کی وجہ سے حصہ لینے پر مجبور ہیں۔ یہ سمجھنا بے حد اہم ہے کہ ''جس انداز سے دہشت گردی کے خلاف موجودہ جنگ کی توضیح کی جارہی ہے اس کے نتیجے میں ایک تبدیل شدہ بین الاقوامی ماحول میں ہمارے مسائل اور ان کا حل نئے سرے سے متعین ہوں گے۔''

وزیر ماحولیات میجر (ر) طاہر اقبال نے اپنی افتتاحی تقریر میں کہا کہ جنوبی ایشیا ایک نازک خطہ ہے جہاں ماضی کی ناقص پالیسیوں اور رواجوں کی

وجہ سے ماحول کونقصان پہنچ چکا ہے۔ آج جب ہم مستقبل کے لئے منصوبہ بندی کرتے ہیں تو ہمیں اپنی ماحولیاتی سرگرمیوں کے اپنے براعظم پر پڑنے والے اثرات کوذہن میں رکھنا چاہئے۔ انہوں نے یہ بات تین روزہ ساتویں پائیدارترقی کانفرنس کی افتتاحی تقریر میں کہی جس کا اہتمام پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدارترقی نے کیا تھا۔

’’جنوبی ایشیا کا وجود واضح طور پر مصنوعی ہے اور شاید اس کی قومی ریاستوں کا وجود بھی ۔۔جنوبی ایشیاء ایک سمجھوتہ ہے، ایک غیر جانبدار علاقہ‘‘ اشیس نندی نے پائیدارترقی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس سے اپنے کلیدی خطاب میں کہا۔

’’جنوبی ایشیا دنیا کا وہ واحد خطہ ہے جس میں زیادہ تر ریاستیں اپنا تعارف اس بات سے نہیں کراتیں کہ وہ کیا ہیں۔ اس خطے کو ہچکچاہٹ کی شکار ریاستوں کا مجموعہ کہا جاسکتا ہے جو اپنے بارے میں مثبت تعارف سے اس خوف کی وجہ سے گریزاں ہیں کہ وہ انہیں کہیں دور لے جائے گا‘‘ نندی نے کہا جن کا تعلق ہندوستان کے سنٹر فار سٹڈی آف ڈیویلپنگ سائنسز سے ہے۔

انہوں نے واضح کیا کہ کس طرح اس اصطلاح نے ایک ثقافتی خطے کو جغرافیے میں مقید کردیا ہے۔ ہندوستان کی ریاست نے ہندوستانی تہذیب پر حق کو ہائی جیک کرلیا ہے اور خطے کی دوسری ریاستیں اس بات پر مجبور ہیں کہ وہ اپنے ثقافتی ورثے کی بہت سی چیزں سے دستبردار ہوجائیں اور اپنی سیاسی ثقافت کی نئی بنیادیں تلاش کریں۔

ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے سربراہ شمس الملک نے ایس ڈی پی آئی کے ماضی کا ایک مجموعی جائزہ پیش کیا۔ اس کے موجودہ کام اور کچھ سرگرمیوں پر روشنی ڈالی اور پائیدارترقی کانفرنس کے سلسلے اور اس کی اہمیت پر مختصراً بات کی۔ انہوں نے شرکاء کو انسٹی ٹیوٹ کے تحقیقاتی پروگرام اور اس کی علاقائی اور بین الاقوامی شراکت داروں کے ساتھ مل کر 50 سے زیادہ موضوعات پر تحقیقاتی کاموں میں شمولیت کے بارے میں بتایا۔

انہوں نے ایس ڈی پی آئی کی ترقی پذیر ممالک کے درمیان اور ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ملکوں کی تنظیموں کے ساتھ اشتراک اور ہم خیال تحقیقاتی اور علمی اداروں کے ساتھ تعاون پر بھی بات کی اور کہ یہ طریق کار پالیسی سازوں میں، خاص طور پر علاقائی اور عالمی مسائل کے حوالے سے زیادہ معتبر سمجھا جاتا ہے۔ ترقی یافتہ و ترقی پذیر ممالک کی تنظیمیں غلط فہمیوں کو دور کرنے اور مشترکہ مفادات کی نشاندہی کرنے میں مدد دے سکتی ہیں۔‘‘

ان کا کہنا تھا کہ پائیدارترقی کانفرنس ترقی پذیر اور ترقی یافتہ دنیا کے بہت سے اعلیٰ پائے کے مفکرین اور علمی ماہرین کے لئے ایک منفرد پلیٹ فارم کی حیثیت رکھتی ہے جہاں وہ اپنے خیالات اور نقطۂ نظر پیش کرتے ہیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ یہ کانفرنس ترقی پذیر دنیا کو درپیش انتہاؤں پر قابو پانے کیلئے مؤثر حکمت عملیاں پیش کرسکے گی۔

اختتامی اجلاس

کانفرنس کے اختتامی اجلاس سے ایس ڈی پی آئی کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر صبا گل خٹک نے کہا کہ اختلاف رائے کو سمجھنا اور اس کا احترام کرنا اور سننے کی قابلیت پیدا کرنا ناگزیر بات ہے انہوں نے اس امر پر تشویش کا اظہار کیا کہ ایک زیادہ عالمگیر دنیا کی تخلیق کے باوجود، اختلاف رائے کی گنجائش اور متبادل سوچ بچار کے امکانات سکڑتے جارہے ہیں۔

ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین جناب شمس الملک نے خبردار کیا کہ بیسویں صدی میں لاعلمی کی قیمت لاعلمی ہی تھی لیکن اکیسویں صدی میں تجاہل اور لاعلمی ناقابل معافی عمل ہوگا۔ انہوں نے ایک خوشحال مستقبل پر زور دیتے ہوئے کہا کہ پچھلی صدی کی غلطیوں کو درست کرنا لازمی ہے۔

کانفرنس کے آخر میں عادل نجم نے ''عادل نجم کا پاکستان'' کے عنوان سے ایک دستاویزی فلم دکھائی اور بتایا کہ اگرچہ یہ ذاتی سطح پر کی جانے والی ایک کاوش ہے لیکن اس کا موضوع، کانفرنس کے مرکزی تھیم سے قریبی مماثلت رکھتا ہے۔

آٹھویں کانفرنس دسمبر 2005ء

ایس ڈی پی آئی کی آٹھویں سالانہ کانفرنس 7 تا 9 دسمبر اسلام آباد کے ایک مقامی ہوٹل میں منعقد ہوئی۔ وزیراعظم کے مشیر ڈاکٹر سلمان شاہ نے اپنے افتتاحی اجلاس میں ایس ڈی پی آئی کو اس بات کی مبارک باد دی کہ اس کانفرنس میں نمایاں بین الاقوامی ماہرین کو اکٹھا کیا گیا ہے۔ جس سے پائیدار ترقی کے مختلف پہلوؤں پر قابلِ قدر بحث ہو سکے گی۔ ڈاکٹر سلمان شاہ کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے شرکاء کو بتایا کہ حکومت پاکستان اپنی تمام پالیسی دستاویزات میں پائیدار ترقی پر خصوصی ترجیح دینے کی اہمیت کو تسلیم کرتی ہے۔ ''حکومت اس بات کو یقینی بنانے کی اہمیت کو سمجھتی ہے کہ ہمارے ملک کی ترقی کو ہر لحاظ سے پائیدار بنایا جانا چاہئے۔ ترقی اور پائیداری کو ایک دوسرے کے تکمیلی اجزاء کا درجہ دینا ہماری پالیسی سازی کا کلیدی نکتہ ہے۔''

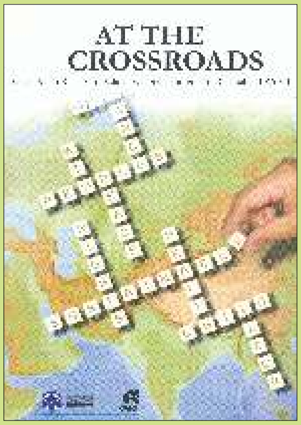

ایس ڈی پی آئی کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر صبا گل خٹک نے کانفرنس کے مندوبین اور مہمانوں کا خیر مقدم کیا۔ انہوں نے بتایا کہ کس طرح انسٹی ٹیوٹ نے اس سال کانفرنس کے بارے میں غیر مرکوز طریقہ کار اختیار کیا ہے اور یہ کانفرنس ایک مرکزی موضوع کی بجائے چھ مختلف موضوعات کا احاطہ کرتی ہے۔ یہ اصناف کے مسائل کو کئی مختلف حوالوں سے سمجھنے کی ایک کوشش ہے۔ یہ ڈبلیو ٹی او کے تحت مواقع اور چیلنجوں کے بین الاقوامی نظام، غربت کے مارے بچوں سے مشقت، روزگار، تحفظ اور عوام کے حقوق کے ساتھ تعلق اور ملکی علاقائی اور بین الاقوامی سطح پر امن کے مسائل کو سمجھنے کی بھی کوشش ہے۔ انہوں نے بہت سے سوالات اٹھائے کہ کیا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ کم خوشحال ممالک اپنے شہریوں کے لئے معاشی اور سماجی تحفظ کو یقینی بنا سکیں؟ کیا کوئی ایسا طریقہ ہے کہ ہم ایک منصفانہ نظام قائم کر سکیں؟ ان عورتوں کے لئے کیا کیا جا سکتا ہے جن کے لئے مواقع اور گنجائش تصادم کی صورحال کی وجہ سے کم ہوتی جا رہی ہیں؟ کیا گلوبلائزیشن جو اوپر کی سطح پر ہے؟ اور کیا نچلی سطح پر مزاحمت کو اچھی گلوبلائزیشن کہا جا سکتا ہے۔؟ اور کیا اخلاقی اقدار کو ڈبلیو ٹی او کے پالیسی فیصلوں کا حصہ بنائے جانے کا مطالبہ کیا جا سکتا ہے یا ہمیں میکاولی کے فلسفے سے ماخوذ قومی مفاد کے آگے سر جھکانا پڑے گا؟

ڈاکٹر خٹک کے بعد ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین جناب شمس الملک نے خطاب کیا۔ انہوں نے ایس ڈی پی آئی کی کامیابیوں کا خلاصہ اور کانفرنس کے سلسلے کا جائزہ پیش کیا۔ انہوں نے مضامین کے مجموعے ''کڑا وقت: انتہاؤں کے دور میں پائیدار ترقی'' کی باقاعدہ رونمائی کی۔ یہ کتاب 2004ء میں ہونے والی پائیدار ترقی کانفرنس میں پڑھے گئے مضامین کا مجموعہ ہے اس کتاب کی جلدیں وزیراعظم کے مشیر ڈاکٹر سلمان شاہ اور کانفرنس کے مہمان خصوصی ڈی ایف آئی ڈی کے پروگرام افسر جناب وجاہت عزیز کو پیش کی گئیں۔ جناب شمس الملک نے اپنی تقریر میں ڈی ایف آئی ڈی، پاکستان میں یورپی کمیشن کے نمائندے (یورپی یونین) ہینرخ بال فاؤنڈیشن، ایکشن ایڈ پاکستان، فریڈرک ایبرٹ فاؤنڈیشن، جینڈر اِیکوالٹی پراجیکٹ جس کا انتظام برٹش کونسل کے ذمے ہے۔ اور مالی وسائل ڈی ایف آئی ڈی دیتا ہے۔ ساؤتھ ایشیاء واچ آن ٹریڈ انوائرنمنٹ اور اقوام متحدہ کے انسانی ترقی کے حوالے سے تجارتی اقدامات پر پروگرام کا شکریہ ادا کیا کہ انہوں نے کانفرنس کے لئے مالی وسائل فراہم کئے۔

ڈی ایف آئی ڈی کے پروگرام افسر جناب وجاہت عزیز نے ایس ڈی پی آئی کے پائیدار ترقی پروگرام میں علمی اور سائنسی قائدانہ کردار کی تعریف کی۔ انہوں نے کہا کہ مضامین کے مجموعے کی اشاعت ایس ڈی پی آئی کی کثیر موضوعاتی اور بین الموضوعاتی تحقیق کو مؤثر پالیسی اقدامات کی شکل

دینے کے بارے میں سنجیدگی کا اظہار ہے۔

کانفرنس کے مندوبین نے اس بات سے اتفاق کیا کہ ایس ڈی پی آئی کی سالانہ کانفرنس جنوبی ایشیاء کے تحقیق سے منسلک لوگوں کے لئے ایک اہم تقریب بن چکی ہے۔ یہ پالیسی سازوں، تحریک کاروں، دانشوروں سے لے کر صحافیوں، طلباء، فلم سازوں اور قومی وصوبائی اور مقامی سطح کے منتخب نمائندوں تک ترقیاتی مباحث میں شریک مختلف لوگوں کو اکٹھا ہونے کا موقعہ فراہم کرتی ہے۔ دنیا بھر سے شریک ہونے والے دانشور اس کے علاوہ ہیں۔

نویں کانفرنس دسمبر 2006ء

ریسرچ کی کوئی نسلی یا جغرافیائی حدود نہیں ہوتیں اور سچ کی تلاش میں یہ سب کو اکٹھا کر دیتی ہے۔ یہ بات ڈاکٹر عطاالرحمٰن، چیئرمین ہائیر ایجوکیشن نے نویں پائیدار ترقی کانفرنس میں مہمان خصوصی کی حیثیت سے تقریر کرتے ہوئے کہی۔ کانفرنس کا عنوان تھا۔''پائیدار ترقی کی گمشدہ کڑیاں: جنوبی ایشیاء کا ایک جائزہ'' جس کا اہتمام پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدار ترقی نے کیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ تحقیق نہ صرف براعظموں کے پار علمی مباحث کی گنجائش پیدا کرتی ہے بلکہ زیادہ ترقی اور پائیدار ترقی کے راستے کھولتی ہے۔ ڈاکٹر عطاالرحمٰن نے واضح کیا کہ چانسلرز کمیٹی نے جس کے سربراہ صدر پاکستان ہیں نجی شعبے کی ایسی یونیورسٹیوں کو فنڈز فراہم کرنے کا ارادہ کیا ہے جو تحقیقی اداروں کی مدد کریں گی کہ وہ ہائیر ایجوکیشن کمیشن کے سامنے مالی امداد کے لئے پراجیکٹ پیش کریں۔ انہوں نے توقع ظاہر کی کہ تحقیق کے شعبے میں ان روابط اور اشتراک عمل سے پالیسی میں موجود خلا دور ہوں گے اور علمی معلومات کی کمی دور ہوگی انہوں نے کہا کہ یہ پاکستان کی خوش قسمتی ہے کہ اس کی 85 فیصد نوجوان آبادی 19 برس سے کم عمر کی ہے، جو تخلیقی صلاحیت کے مالک افراد کی ایک بڑی تعداد ہے۔ ہمارے ملک کی اصل دولت اس کے تعلیمافتہ نوجوان ہیں، انہوں نے ہائر ایجوکیشن کے اعلیٰ تعلیم کے شعبے کے لئے پراجیکٹس کی وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ جنوبی ایشیاء کے ممالک کو ایک دوسرے سے قریبی تعلقات قائم کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ انہیں ایک جیسے مسائل مثلاً غربت اور ناخواندگی کا سامنا ہے۔ ڈاکٹر عطاالرحمٰن نے اس موقعے پر ایس ڈی پی آئی کے مجموعہ مضامین کی رونمائی کی۔

انسٹی ٹیوٹ کا ایک عمومی جائزہ پیش کرتے ہوئے ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین جناب شمس الملک نے اس برس کے دوران پائیدار صنعتی ترقی، ڈبلیوٹی او مذاکرات اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے شعبے میں ایس ڈی پی آئی کی چند اہم کامیابیوں کا ذکر کیا۔ علامہ اقبال کا حوالہ دیتے ہوئے جناب شمس الملک نے کہا کہ جنوبی ایشیا کے لئے پائیدار ترقی کا ایجنڈا بہت طویل ہے اور کسی صورت بھی آسان نہیں ہے مگر صرف سخت محنت اور چیلنج ہی منزل کی طرف پہنچا سکتے ہیں۔

ایس ڈی پی آئی کی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر صبا گل خٹک نے کانفرنس کے انعقاد میں سیڈا اور رائل نارویجن ایمبیسی، اور ایس ڈی سی کے تعاون کا شکریہ ادا کیا اور ڈاکٹر عطاالرحمٰن سے درخواست کی کہ وہ ملک کے خودمختار غیر منافع بخش اداروں کو مدد دینے پر غور کریں جو اپنی خودمختاری کو قائم رکھنے اور قومی ترجیحات کے لئے اپنا کردار ادا کرنے کے لئے کام کر رہے ہیں۔ اگر پاکستان اپنے کاموں پر فخر کرنا چاہتا ہے اور اگر جنوبی ایشیا کو ایک اجتماعی شناخت اور اتحاد کی ضرورت ہے تو یہ بات ریسرچ اداروں کے لئے اہم ہے کہ وہ مل کر کام کریں اور خیالات اور تصور کی دنیا میں ایسا مستقبل تعمیر کریں جو خطے میں امن اور عزت کا نشان ہو۔ ایسے کاموں اور ایسی سوچ کو پیدا کرنا ہوگا نہ کہ انہیں ختم کرنا ہوگا۔

ابتدائی اجلاس میں معروف ہندوستانی سکالر اروشی بوٹالیہ نے ''امن سے سوالات: بے مراعات یافتہ لوگوں کا نقطہ نظر'' کے موضوع پر تقریر کی اور ایسے امن مذاکرات اور تنازعات کے حل کی ضرورت پر زور دیا جس میں مردوں، عورتوں اور اقلیتوں کو مذاکرات میں شریک کیا جائے۔ سری لنکا،

بنگلہ دیش، نیپال، پاکستان اور ہندوستان میں امن عمل کی مثال دیتے ہوئے انہوں نے کہا ''بامعنی امن کے لئے ضروری ہے کہ جنگ کے نتیجے میں لوگوں کو درپیش مادی اور نفسیاتی مصائب یعنی اموات، غیر موجودگی، ناانصافی اور بے یقینی پر توجہ دی جائے۔ دوسری صورت میں امن قائم نہیں کیا جاسکتا یا قائم نہیں رہ سکتا۔''

مطبوعات

1996ء میں اردو یونٹ کا قیام عمل میں آیا تھا۔ یونٹ کے سربراہ احمد سلیم نے انگریزی تحقیقی مواد کو اردو میں منتقل کرنے کا بیڑہ اٹھایا۔ نومبر-دسمبر 1996ء میں خبرنامہ 'دھرتی' کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔ کچھ عرصہ بعد 'دھرتی' کو سندھی، سرائیکی، پنجابی، پشتو اور بلوچی میں بھی شائع کیا جانے لگا۔ ایس ڈی پی آئی پاکستان کا واحد تھنک ٹینک تھا جو پاکستان کی سات زبانوں میں اپنی مطبوعات شائع کر رہا ہے۔ انگریزی زبان میں ''نیوز اینڈ ریسرچ بلیٹن 93-1992 سے شائع ہو رہا تھا۔ پھر ''دھرتی'' کی اشاعت چھ زبانوں میں ہوئی۔ 1998ء میں ایک نیم تحقیقی، سماجی سیاسی، غیر افسانوی اردو مجلّہ ''پائیدار ترقی'' شائع ہونا شروع ہوا۔ ابتداً یہ سہ ماہی تھا، پھر ششماہی ہو گیا۔ 2001ء میں ایس ڈی پی آئی نے ''آبادی اور ماحول' ڈائجسٹ شروع کیا جسے اردو اور انگریزی کے خبری تراشوں سے مزین کیا جاتا تھا۔ اس ڈائجسٹ میں آبادی کو درپیش مسائل، تولیدی صحت سے متعلق امور، آبادی کی نقل مکانی اور صحت، آبادی اور تعلیم، صنف اور تولیدی صحت، ماحول اور اقتصادی ترقی سے متعلق قومی پالیسیاں اور ان پر عمل درآمد، خاندانی منصوبہ بندی، تولیدی صحت اور افزائش پر کنٹرول جیسے موضوعات کا احاطہ کیا گیا۔

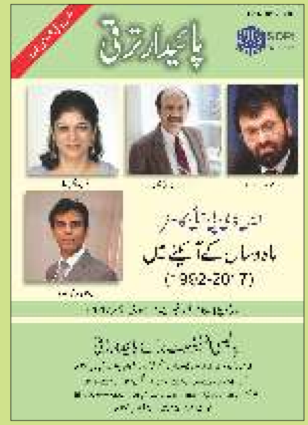

انگریزی میں تحقیق کی سلسلہ وار مطبوعات میں ورکنگ پیپرز، ریسرچ پیپرز تحقیقی رپورٹیں اور سالانہ رپورٹیں شامل رہی ہیں۔

ایس ڈی پی آئی کی 15ویں سالگرہ اور مالی بحران

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) اپنے پندرھویں برس میں داخل ہوا تو مالی بحران کے آثار تیزی سے نمودار ہونے لگے۔ 2006ء کو پائیدار ترقی کے دور اوّل کا آخری اور 2007ء کی پہلی سہ ماہی میں 'دھرتی' کا آخری پرچہ شائع ہوا۔ اسی اثناء میں مالی بحران کے سبب اردو یونٹ کو بند کر دیا گیا۔ یونٹ کی ٹیم مجبوراً ادارہ چھوڑ گئی۔ 'دھرتی' اور 'پائیدار ترقی' کی اشاعتیں معطل ہو گئیں۔ اردو کے ساتھ ساتھ کئی دیگر یونٹ بھی بند ہوئے۔ ریسرچ فیکلٹی سکڑ کر دو تین افراد تک محدود ہو گئی۔ اسی سال ایس ڈی پی آئی کی تیسری ایگزیکٹو ڈائریکٹر اپنی مدت پوری کر کے رخصت ہو گئیں اردو یونٹ بند ہو جانے کے باوجود اردو یونٹ کے ڈائریکٹر احمد سلیم نے ملازمت سے برخاست ہو جانے کے بعد بھی رضا کارانہ طور پر ایس ڈی پی آئی سے وابستہ رہنے کا فیصلہ کیا۔ اس بنیاد پر کہ وہ ادارے پر مالی بوجھ نہیں بنیں گے۔ جولائی 2007ء سے ڈاکٹر عابد قیوم سلہری ایس ڈی پی آئی کے نگران ایگزیکٹو ڈائریکٹر کے فرائض انجام دینے لگے۔ ڈاکٹر سلہری مارچ 2001ء میں ایس ڈی پی آئی کی ریسرچ فیکلٹی کے ساتھ وابستہ ہوئے تھے۔ کچھ عرصہ بعد وہ آکسفیم پاکستان کے ہیڈ آف پاکستان پروگرام مقرر ہوئے لیکن جلد ہی ایس ڈی پی آئی میں واپس آ گئے۔ تب سے وہ ادارے کے ساتھ وابستہ رہے ہیں۔ مالی بحران کے دنوں میں بریگیڈیئر محمد یٰسین صاحب اور ڈاکٹر محمود احمد خواجہ نے رضا کارانہ طور پر اپنے اوقات کار میں کمی کر کے ادارے کا مالی بوجھ کم کیا۔ اب ڈاکٹر عابد قیوم سلہری کے سامنے بڑا چیلنج ادارے کے وجود کو بچانا تھا۔ یہی نہیں انہوں نے سالانہ پائیدار ترقی کانفرنسوں کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ یہ ڈاکٹر عابد سلہری ہی تھے جنہوں نے کھنڈرات پر ایس ڈی پی آئی کی گرتی عمارت کو سہارا دے کر دوبارہ کھڑا کر دیا حالانکہ بورڈ آف گورنرز اسے بند کرنے کا عندیہ دے چکا تھا۔

ڈاکٹر سلہری نے برطانیہ کی یونیورسٹی آف گرین وچ کے نیچرل ریسورسز انسٹی ٹیوٹ سے تحفظ خوراک کے موضوع پر پی ایچ ڈی کی ڈگری حاصل

کی۔ ایس ڈی پی آئی میں آنے سے پہلے انہوں نے NRL کے شعبہء تحفظ خوراک میں تحقیقی کام کیا۔اس کے بعد سے ان کے تحقیقی موضوعات میں عالمگیریت کے ترقی پذیر ممالک پر بالعموم اور تجارتی آزادی پر بالخصوص اثرات، ڈبلیوٹی او کے دور میں روزگار کے حقوق، ڈبلیوٹی او (WTO) معاہدوں کے پاکستان پر اثرات، شعبہ جاتی پالیسیوں اور بین الاقوامی مالیاتی اداروں کے قرضوں کے ذریعے ادارہ جاتی اصلاحات، نامیاتی کاشتکاری، آفات کی تباہ کاریوں میں کمی اور آبادی کے ماحول سے اس کا تعلق شامل ہیں۔انہوں نے دوحہ اور کین کن میں ڈبلیوٹی او کی وزارتی کانفرنس میں پاکستانی سول سوسائٹی کی نمائندگی بھی کی۔وہ اقوام متحدہ کے عالمی خوراک پروگرام کی معاونت سے پاکستان میں ضلعی سطح پر تحفظ خوراک کی صورت حال کے تجزیہ کے سلسلے میں ایک تحقیقی مطالعہ کے انچارج کے طور پر بھی اپنی ذمہ داریاں نبھاتے رہے ہیں۔

ڈاکٹر سلہری ملکی اور بین الاقوامی سطح پر پالیسی سازی، پیروکاری اور تحقیقی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ صحافتی میدان میں بھی فعال ہیں۔گذشتہ برسوں میں وہ ایک جنوبی ایشیائی نیٹ ورک'ایک نئے جنوبی ایشیا کا تصور کیجئے' (INSA) کے حوالے سے خاصے فعال رہے ہیں۔

''عالمگیریت کی سماجی جہات'' اور''عالمگیریت، عالمی ادارہ تجارت اور پاکستان'' کے عنوانات کے تحت ڈاکٹر سلہری کی انگریزی اور اردو میں تصانیف کی اشاعت کے ساتھ ساتھ ان کے متعدد ورکنگ پیپرز اور اخباری مضامین شائع ہو چکے ہیں۔نگران ایگزیکٹوڈائریکٹر کے طور پر ہی ڈاکٹر سلہری نے ایس ڈی پی آئی کو درپیش مشکلات سے نکالنے کے لئے فعال سرگرمیوں کا آغاز کر دیا تھا جن پر تحقیق کے شعبے کے کردار کو مؤثر بنانے کے حوالے سے ان کی کاوشیں پھل لا رہی ہیں۔باضابطہ طور پر ایگزیکٹوڈائریکٹر کا منصب سنبھالنے کے بعد وہ اس ضمن میں مزید کوششیں بروئے کار لاتے رہے۔تاکہ ایس ڈی پی آئی نئی پیش رفتوں کے ساتھ ایک پائیدار مستقبل کی جانب بڑھ سکے۔

ایچ یو بیگ: بورڈ آف گورنرز کے نئے چیئرمین

13 مارچ 2008ء کو ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرپرسن جناب شمس الملک، جو اپنے آخری دور میں صوبہ سرحد کے نگران وزیر اعلیٰ بھی رہے، اپنی مدت منصب پوری ہونے پر اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہوگئے ہیں بورڈ کے چیئرپرسن کے طور پر وہ چھ سال تک ادارے کے لئے قابل قدر خدمات انجام دیتے رہے۔بورڈ ممبران اور ایس ڈی پی آئی کے تمام ساتھیوں نے انسٹی ٹیوٹ کے لئے ان کی غیر معمولی کارکردگی پر انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

ان کی سبکدوشی کے ساتھ ہی جناب ایچ یو بیگ کو ادارے نے بورڈ آف گورنرز کا نیا چیئرپرسن تعینات کیا۔جناب بیگ گزشتہ چار دہائیوں سے مالیاتی پالیسی ساز منتظم کے طور پر مختلف کلیدی انتظامی اور پیشہ ورانہ عہدوں پر تعینات رہے تھے۔انہوں نے ایندھن، بجلی اور قدرتی وسائل، ریلوے، منصوبہ بندی اور ترقی کی وزارتوں سمیت مختلف وفاقی وزارتوں میں بطور سیکرٹری خدمات سرانجام دیں۔وہ آٹھ سال تک وزارتِ خزانہ کے سیکرٹری رہے۔اس سے قبل وہ انوسٹمنٹ کارپوریشن آف پاکستان کے ڈائریکٹر جنرل، ایگریکلچرل ڈیویلپمنٹ بنک آف پاکستان کے چیئرمین اور سٹیٹ لائف انشورنس کمپنی کے سربراہ بھی رہے

حکومتی اور سرکاری محکموں میں اپنی کارکردگی کے ساتھ ساتھ انہوں نے نجی شعبے میں بھی قابلِ قدر خدمات انجام دیں۔وہ یو ایس ایڈ کے سٹاک ایکسچینج سٹڈی نجی سرمایہ کاری توسیعی پروگرام (391-0514) یو ایس ایڈ کے ہی فنڈز کے پھیلاؤ۔ پرائمری تعلیمی ترقیاتی پروگرام (PED) کی قابل عمل رپورٹوں اور مطالعات میں سرگرم رہے۔پاکستان میں سرمایہ کاری بنک کے قیام کی قابل عمل رپورٹ کے ساتھ ساتھ انہوں نے اے ڈی بی پی کے لئے فصلوں کی انشورنس، نجی شعبے کی کارپوریشنوں کی تشکیل نو، آٹھویں پنجسالہ منصوبے میں اقتصادی اور سماجی بہبود، اور حکومت پاکستان کی معدنیاتی پالیسی پر رپورٹیں بھی مرتب کیں۔

جناب بیگ نے 1941ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے گریجویشن کے بعد ہارورڈ لاء سکول امریکہ سے ٹیکسیشن کے پروگرام کا ایک سالہ کورس مکمل کیا۔1966ء کے دوران وہ ہارورڈ لاء سکول اور ہارورڈ بزنس سکول میں وزٹنگ سکالر کے طور پر زیر تعلیم رہے۔

دسویں پائیدار ترقی کانفرنس، دسمبر 2007ء

آزادانہ پالیسی ریسرچ کا مخدوش مستقبل

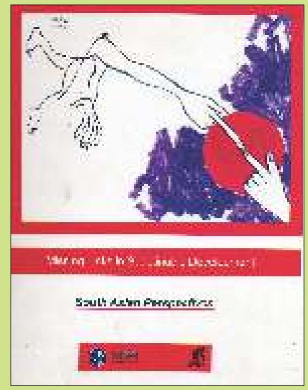

خیبر پختونخواہ کے نگران وزیر اعلیٰ اور ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے سربراہ جناب شمس الملک نے 10 دسمبر 2007ء کو دسویں پائیدار ترقی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ مسائل کی تحقیق پر مبنی حل ہمارے پہلے سے قائم تعصّبات کو دور کرنے میں مدد دیں گے اور پائیدار انسانی ترقی کی جانب پہلا قدم ہوں گے۔جس کی تشریح امن، سماجی انصاف اور بہبود کے فروغ کے طور پر کی گئی ہے۔اس کانفرنس کا اہتمام پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدار ترقی نے کیا تھا۔

انہوں نے کہا کہ اس کانفرنس کو صرف اس بات پر ختم نہیں ہونا چاہئے کہ کون سے حل کارگر ثابت ہوئے اور کون سے نہیں بلکہ اگلا قدم یہ ہونا چاہئے کہ مقامی لوگوں کی تنظیموں، سرکاری پالیسی سازوں اور بین الاقوامی این جی اوز کے سہولت کاروں کی طرف سے پیش کئے گئے حل دوسروں تک پہنچائے جائیں۔جناب شمس الملک نے اس کانفرنس میں ایس ڈی پی آئی کی آٹھویں پائیدار ترقی کانفرنس کے مقالات کے مجموعے کا افتتاح بھی کیا جس کا عنوان تھا ''پائیدار ترقی کی گم شدہ کڑیاں: جنوبی ایشیا کا جائزہ''،یہ مجموعہ سترہ ابواب اور تین ذیلی موضوعات پر مشتمل ہے۔اصناف اور خاندانی تحفظ، گلوبلائزیشن کی معیشت اور عوام کے حقوق اور ذرائع روزگار۔

ایس ڈی پی آئی کے عبوری ایگزیکٹو ڈائریکٹر عابد قیوم سلہری نے انسٹی ٹیوٹ کے کام کا ایک مجموعی جائزہ پیش کرتے ہوئے اس بات پر افسوس کا اظہار کیا کہ آزادانہ پالیسی ریسرچ کی گنجائش مالی اور سیاسی دونوں اعتبار سے دن بدن کم ہوتی جارہی ہے۔انہوں نے کہا کہ بین العلومی تحقیق یعنی ایسی تحقیق جس میں موضوع تحقیق کی توضیح کرتے ہوئے لوگوں کا نقطہ نظر بھی شامل کیا گیا ہو، اس پر کام کرنا اور اس کی تشہیر کرنا جنوبی ایشیا سمیت دنیا بھر میں حکومتوں کو کبھی پسند نہیں آتا۔انہوں نے واضح کیا کہ ایس ڈی پی آئی آزاد تحقیقی اداروں کو ہائیر ایجوکیشن مالی امداد کے لئے ''علمی تحقیقی ادرے'' کے طور پر تسلیم نہیں کرتا۔انہوں نے وزیر اعلیٰ سے کہا کہ وہ متعلقہ حلقوں سے اس معیار کا نئے سرے سے تعین کروائیں۔

سماجی تحریک کے ذریعے غربت میں کمی

نیشنل رورل سپورٹ پروگرام کے چیئرمین جناب شعیب سلطان خان نے ''سماجی تحریک کے ذریعے غربت میں کمی: حکومت عملی اور چیلنج'' کے موضوع پر اپنے کلیدی خطاب میں آغا خان رورل سپورٹ پروگرام کی کامیابی کا ذکر کیا اور میکرو سطح پر پہلے پراجیکٹ اور پروگراموں کے خیال کو مسترد کرتے ہوئے کہا کہ کسی بھی پروگرام کی کامیابی کے لئے وہ مقامی کمیونٹی کے ساتھ مقامی سطح پر ضرورتوں کے متعلق مشاورت اور مذاکرات کا ہونا ضروری ہے۔یہ فیصلہ مقامی کمیونٹی پر چھوڑ دیا جانا چاہئے کہ وہ صرف کمیونٹی کی سطح پر ہی نہیں بلکہ کنبوں کی سطح پر بھی اپنی صلاحیت کی نشاندہی کریں۔انہوں نے کہا کہ پاکستان میں ماہرین اور رضا کاروں کی کوئی کمی نہیں جس چیز کی ضرورت ہے وہ ہے مطلوبہ وسائل اور اچھے مقاصد اور نمونوں کو دہرانے والے علمبردار۔ڈاکٹر اختر حمید خان کا قول دہراتے ہوئے انہوں نے کہا کہ ترقی اوپر سے نہیں آئے گی۔یہ نیچے سے آئے گی اور یہ چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں سامنے آئے گی۔

گیارھویں سالانہ پائیدار ترقی کانفرنس (3-1 دسمبر 2008ء)

''جنوبی ایشیاء میں امن اور پائیدار ترقی: عالمگیریت کے مسائل اور درپیش چیلنج''

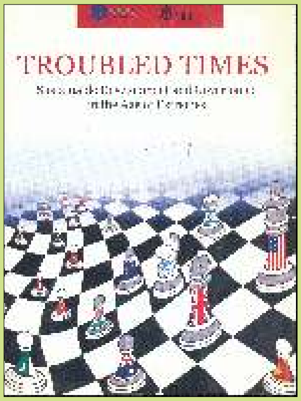

اس کانفرنس کا عنوان تھا ''جنوبی ایشیاء میں امن اور پائیدار ترقی: عالمگیریت کے مسائل اور درپیش چیلنج''۔ یہ کانفرنس اپنے گیارھویں برس میں ترقی کے موضوع پر جنوبی ایشیاء کا ایک اہم اور مرکزی اجتماع بن چکی ہے۔ مقررین نے اپنے اپنے خطاب میں پائیدار ترقی کے حوالے سے مختلف خدشات مثلاً نابرابری، غربت، موسمیاتی تبدیلیوں، قدرتی وسائل کی تباہی، تجارتی لبرلائزیشن کی پالیسیوں، خوراک کے عدم تحفظ، تصادم اور تشدد، تاریخ کی نئی تشریحات اور ناقص حکمرانی کی الجھنوں کو دور کرنے کے معاملے میں اس وقت کہاں کھڑے ہیں۔ کانفرنس ایس ڈی پی آئی کے اشتراک سے منظّم کی گئی، جس میں دیگر مخیّر اداروں، ایکشن ایڈ، ایف ای ایس، آکسفیم پاکستان، این سی آر اور ایچ بی ایف شامل تھے۔ اس موقع پر دسویں سالانہ کانفرنس کا مجموعہ بھی جاری کیا گیا۔

ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز جناب ایچ یو بیگ نے ادارے کے فعالی کردار کو اجاگر کیا۔ انہوں نے کہا کہ ایس ڈی پی آئی نے اپنے مالی مشکلات کے باوجود اپنے سفر کو جاری رکھا ہے۔ ادارے کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے اپنے تعارفی کلمات میں کہا کہ 'امن، پائیدار ترقی اور عالمگیریت مجموعی اعتبار سے بحرانوں مالیاتی بحران، توانائی بحران، خوراک کے بحران اور شمال مغربی سرحدی صوبے (خیبر پختونخوا) کے بحران کی نمائندگی کرتے ہیں۔ وفاقی وزیر سینیٹر رضا ربانی سمیت شفقت کاکاخیل، واپڈا کے سابق چیئرمین شمس الملک، ڈاکٹر بابر شہباز، فیاض باقر، ڈاکٹر شاہین رفیع خان اور شفقت منیر کے علاوہ جنوبی ایشیاء کے درجنوں مقررین نے امن، پائیدار ترقی اور عالگیریت کے موضوع سے انصاف کیا۔

بارہویں پائیدار ترقی کانفرنس (23-21 دسمبر 2009ء)

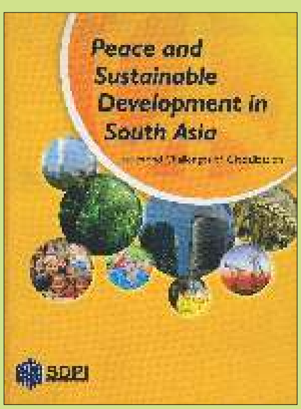

ایس ڈی پی آئی کی سالانہ بارہویں پائیدار ترقی کانفرنس 23-21 دسمبر 2009ء کو بیسٹ ویسٹرن ہوٹل، اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ ادارے کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری کے تعارفی کلمات سے کانفرنس کا آغاز ہوا۔ کانفرنس بورڈ آف گورنرز کے سربراہ ایچ یو بیگ کے انتقال کے بعد منعقد ہوئی اس لئے ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے اعلان کیا کہ ادارہ ہر سال ایچ یو بیگ میموریل لیکچر کا اہتمام کرے گا۔ ڈاکٹر سلہری نے اپنی بات ختم کرتے ہوئے کہا کہ بدقسمتی سے پائیدار ترقی کے موضوع پر مالیاتی مسائل کے سبب آزادانہ تحقیق کو جاری رکھنے کی پالیسی سکڑ کر رہ گئی ہے۔

کانفرنس میں 11 ملکوں کے 92 مندوبین شریک ہوئے۔ 21 پینلز کو سننے کے لئے کم وبیش 1400 شرکاء نے اس میں حصہ لیا۔ ڈاکٹر صبا گل خٹک نے اپنے کلیدی خطاب میں احتساب اور تشدد کے موضوع پر اظہار خیال کیا۔ کانفرنس کے اختتامی سیشن سے پٹرولیم اور قدرتی وسائل کے وفاقی وزیر سید نوید قمر نے خطاب کیا۔

اس موقع پر جو خصوصی پینل ترتیب دیئے گئے تھے ان میں ''جنوبی ایشیاء 2060ء میں''، ''ترقی پذیر ملکوں میں تحقیقی پالیسی کی سیاست''، ''پینے کے صاف پانی کے مسائل''، ''کشمیر میں حالات کو معمول پر لانے''، ''عالمی ماحولیاتی بحران''، ''جنوبی ایشیاء پر اس کے اثرات''، ''سماجی اور سیاسی

ہم آہنگی کے لئے متبادل درسی کتب''،''قومی پائیدار ترقی کی حکمت عملی''،''تحفظ خوراک کی سماجی جہتیں''،''سول-ملٹری تعلقات'' اور فوجی مداخلت کی سیاسی اقتصادیات''، پاکستان میں تحفظ خوراک کی صورت حال''،''موسمیاتی تبدیلیاں اور کیمیائی مادوں کا استعمال''،''سماجی اور سیاسی تبدیلی میں پارلیمانی خواتین کا کردار''،''پاکستان میں اینٹوں کے بھٹوں کی صورت حال'' اور''جنوبی ایشیاء میں پائیدار ترقی کے لئے قابل تجدید توانائی'' جیسے موضوعات شامل تھے۔

تیرہویں پائیدار ترقی کانفرنس(23-21دسمبر2010ء)

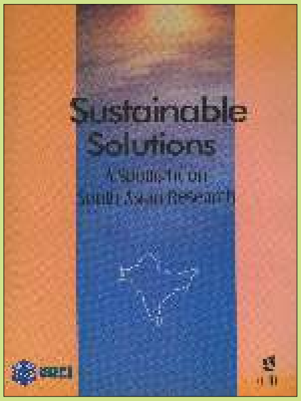

''جنوبی ایشیاء میں امن اور پائیدار ترقی: اگلے قدم''

ایس ڈی پی آئی کی تیرہویں پائیدار ترقی کانفرنس 21 تا 23 دسمبر 2010ء کو اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔اس سال کانفرنس کا عنوان''جنوبی ایشیاء میں امن اور پائیدار ترقی: اگلے قدم'' تھا۔ بارہ مختلف ملکوں کے 100 سے زائد مندوبین نے کانفرنس میں شرکت کی۔تین دنوں پر محیط اس کانفرنس میں 24 پینلز کے 60 مقررین کو سننے کے لئے پندرہ سو سے زائد افراد نے شرکت کی۔کانفرنس کے افتتاحی اور اختتامی اجلاسوں میں دو کلیدی خطاب پیش کئے گئے۔

ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے نئے چیئرمین ڈاکٹر سعید شفقت نے اپنے خیر مقدمی کلمات میں اس بات پر زور دیا کہ جنوبی ایشیاء کو ایک ثقافتی انقلاب کی ضرورت ہے۔تاکہ غربت، سماجی ناانصافی اور معاشی نابرابری کا خاتمہ کیا جاسکے۔انہوں نے امن اور وسیع تر اصلاحات کے درمیان تعلق کو اہم قرار دیا۔

ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے اپنے افتتاحی خطاب میں ایس ڈی پی آئی میں گذشتہ ایک برس میں ہونے والے کام کا جائزہ پیش کیا۔انہوں نے تحفظ خوراک، موسمیاتی تبدیلی اور توانائی کے انتظام وانصرام میں ادارے کے محققین کی ان خدمات کو سراہا جن سے مطبوعہ تحقیق میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔

وزارت ماحولیات کے سیکرٹری جناب جاوید ملک نے ایک طرف ماحولیات کے شعبے میں جنوبی ایشیاء میں سنگین حقائق کی بات کی تو دوسری طرف اس امید کا اظہار کیا کہ جنوبی ایشیائی ممالک کے درمیان اشتراکِ عمل کا شاندار مستقبل بھی ہے۔ہندوستان کے تانیثی ادب کی پہلی ناشر محترمہ اروشی بوٹالیہ نے کلیدی خطبہ پیش کیا۔

کانفرنس کے اہم پینلز میں پائیدار ترقی اور امن کے حوالے سے مذہبی تنوع کے لئے احترام، جنوبی ایشیاء میں پانی اور نکاسی آب کے چیلنج، امن اور پائیدار ترقی میں تھنک ٹینکس کے کردار، جنوبی ایشیاء میں موسمیاتی تبدیلیوں، وسائل آب کی انتظام کاری ایک نئے جنوبی ایشیاء کا تصور: سارک کے پچیس سال، امن بذریعہ ترقی، غربت میں کمی، خواتین کے خلاف تشدد کے خاتمے میں مردوں کے غیر روایتی کردار، امن اور پائیدار ترقی کے لئے دریائے سندھ کے طاس کے معاہدے، علاقائی تجارت، جنوبی ایشیاء میں توانائی کی انتظام کاری، امن اور ترقی میں پارلیمان کے کردار اور عدم تحفظ خوراک، غربت، انتہا پسندی اور تصادم کے درمیان تعلق جیسے موضوعات شامل تھے۔

ڈاکٹر طارق بنوری نے ایچ یو بیگ میموریل لیکچر کے دوران اپنے اختتامی خطاب میں پائیدار ترقی کے موضوع کو اجاگر کیا جب کہ مہمان خصوصی، پٹرولیم اور قدرتی وسائل کے وفاقی وزیر سید نوید قمر نے اپنے کلمات میں ایس ڈی پی آئی کے کام اور کردار کو سراہا۔

چودھویں پائیدار ترقی کانفرنس (15-13 دسمبر 2011ء)

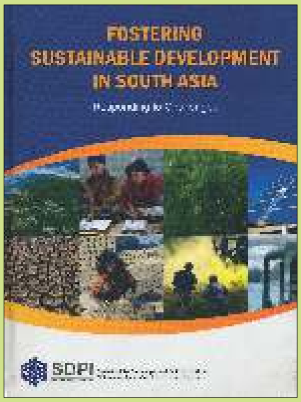

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) کی 14ویں پائیدار ترقی کانفرنس 13 تا 15 دسمبر کے درمیان اسلام آباد میں منعقد ہوئی۔ جس میں نمائندہ دانشوروں، ترقیاتی کارکنوں، برادریوں اور جنوبی ایشاء، اس کے بارے میں کام کرنے والے پالیسی سازوں نے شرکت کی۔

اس کانفرنس میں مختلف موضوعات پر 28 پینلز اور 162 مقررین نے شرکت کی جن کا تعلق، پاکستان، ہندوستان، بنگلہ دیش، سری لنکا، نیپال، بیلجیئم، ریاست ہائے متحدہ امریکہ، کینیڈا، فلسطین، سوئٹزرلینڈ، جرمنی اور برطانیہ سے تھا۔ 162 شرکاء میں سے 103 مقررین، 31 محرکین اور 28 صدر تھے۔ پانی اور بجلی کے وفاقی وزیر سید نوید قمر افتتاحی اجلاس اور ڈپٹی چیئرمین پلاننگ ڈویژن ڈاکٹر ندیم الحق اختتامی اجلاس کے مہمان خصوصی تھے۔

افتتاحی اجلاس میں ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری، بورڈ آف گورنرز کے سربراہ ڈاکٹر سعید شفقت، پانی و بجلی کے وفاقی وزیر اور تقریب کے مہمان خصوصی اور آکسفورڈ یونیورسٹی کی سبینہ الکائرے نے خطاب کیا۔ اختتامی اجلاس کے مہمان خصوصی ڈاکٹر ندیم الحق نے کراچی میں توانائی اور بجلی کے بحران کے حوالے سے ایس ڈی پی آئی کی حالیہ رپورٹوں کو سراہا اور اس امید کا اظہار کیا کہ ادارہ مستقبل میں بھی اس نوعیت کی ایکشن تحقیق کے کام کو جاری رکھے گا۔ انہوں نے پائیدار ترقی ٹیوی (SDTV) کے قیام کو بھی سراہا۔

ایس ڈی پی آئی۔ مالی استحکام اور اردو مطبوعات کی بحالی

2011-2007ء کے دوران ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری کی شبانہ روز کاوشوں کے نتیجے میں ادارے کو مالی استحکام حاصل ہوا۔ آئی ڈی آر سی اور دیگر ڈونرز کے تعاون کے باعث ادارے کی پرانی سرگرمیاں بحال ہوئیں۔ 2008ء میں فیکلٹی ایڈوائزر ریسرچ کونسل (FARC) کی تشکیل کے بعد ریسرچ فیلوز کی کمی کی کافی حد تک تلافی ہوگئی۔ بریگیڈیئر یٰسین، ڈاکٹر محمود احمد خواجہ، احمد سلیم کو بطور سینیئر ایڈوائزر تعیناتی سے ایف سی کے فیصلہ ساز اجلاسوں کی کمی پوری ہوگئی۔ 2011ء میں اردو مطبوعات خصوصاً سہ ماہی دھرتی (اردو) اور ششماہی ''پائیدار ترقی'' کی نئی تزئین اور آب و تاب سے اشاعت بحال ہوگئی۔

اردو یونٹ کی ایک نئی ٹیم وجود میں آئی جس نے نئے جوش و جذبے کے ساتھ اپنے کام کا آغاز کیا۔ 2011ء کا آغاز اس لحاظ سے مبارک ثابت ہوا کہ ایس ڈی پی آئی کی اردو مطبوعات کے قارئین کی رسائی ایک مرتبہ پھر ان موضوعات تک ہوگئی جو عموماً اردو میں دستیاب نہیں ہوتے۔

اپریل۔ جون، جولائی۔ دسمبر 2011ء میں سہ ماہی 'دھرتی' کا مشترکہ شمارہ شائع ہوا جس میں 'دھرتی' کی بحالی پر ڈاکٹر محمود احمد خواجہ کا خیر مقدمی مکتوب شائع ہوا۔

ایس ڈی پی آئی ہفت روزہ سیمنار سلسلے کے پروگرام۔2011ء

سب سے زیادہ مقدار میں خطرناک ماحولیاتی آلودگی فوجیں پیدا کرتی ہیں

کیلی فورنیا یونیورسٹی میں گلوبل سٹڈیز کی پروفیسر ڈاکٹر روبینہ بھٹی نے ایسی پالیسیاں دینے کی ضروت پر زور دیا جوان کے مطابق ''قومی تحفظ فطرت'' پر بنتی ہوں۔ان کا کہنا تھا کہ فوجیں دنیا میں سب سے زیادہ خطرناک ماحولیاتی آلودگی پیدا کرتی ہیں اور ماحول کی تباہی، ماحولیاتی نظام کو آلودہ کرنے، زہریلے مادے پھیلانے، قدرتی مناظر کی بربادی، بیماریوں کے پھوٹنے اور قدرتی وسائل میں کمی میں براہِ راست ذمہ دار ہیں۔

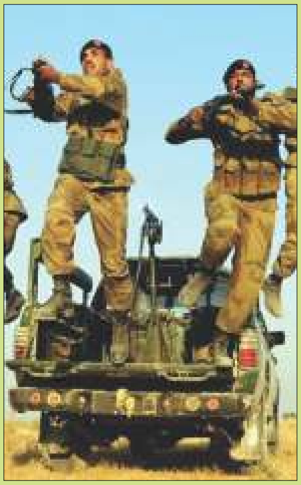

وہ ایس ڈی پی آئی کے زیر اہتمام ''پاکستان کے ماحول پر انسانی، حیوانی اور جنگی اثرات'' کے موضوع پر لیکچر دے رہی تھیں۔ڈاکٹر روبینہ بھٹی نے کہا کہ فوجی اداروں کی سرگرمیاں واضح طور پر وسائل کو صرف کرنے اور آلودگی پیدا کرنے والی سرگرمیاں اور جنگی تصادم اور آپریشن علاقائی، ملکی اور عالمی سطح پر ماحول کے لئے تباہ کن اثرات پیدا کرتی ہیں جن سے نمٹنے اور ان کے تحقیقی شواہد کو مناسب انداز میں محفوظ کرنے کی ضروت ہے ۔ماحولیاتی صحت قومی سلامتی کے لئے اہمیت رکھتی ہے کیونکہ زمین، پانی، زراعت، صحت اور دوسرے قدرتی وسائل کی تباہ حالی کے انسانی زندگی پر خوفناک اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ فوجی مہمات کے لئے ہوائی اور بحری جہازوں اور ٹینکوں میں بہت بڑی مقدار میں تیل اور ایٹمی ایندھن استعمال ہوتا ہے۔انہوں نے مثال دی کہ امریکی فوج صرف مشرق وسطیٰ میں ہر سال 13 بلین گیلن تیل استعال کرتی ہے جو بنگلہ دیش میں تیل کیکل کی سالانہ کھپت سے زیادہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ کرنے والوں نے اپنی جنگی مہمات میں پورے ماحولیاتی نظام کو تباہ کر دیا ہے۔انہوں نے نہ صرف انسانوں کو مارڈالا بلکہ دنیا بھر میں نباتاتی اور حیواناتی ماحولیاتی نظام کو بھی اجاڑ دیا ہے۔دنیا ایک طرح کی تجربہ گاہ بن چکی ہے۔ جہاں بڑے پیمانے پر تباہی پھیلانے والے ہتھیاروں اور زیادہ سے زیادہ طاقت، اختیار اور بالادستی حاصل کرنے کے لئے جنگیں لڑنے کے تجربات کئے جارہے ہیں۔

اس کی خوفناک مثالیں ہیروشیما پر حملہ، نیپام بموں ارفاسفورس بموں کا استعمال، ویت نام میں حملے، اور عراق اور کویت میں تیل کے کنوؤں کو آگ لگانا ہیں جن سے ماحول کی ایسی تباہی ہوئی جس کی ماضی میں مثال نہیں ملتی۔

ڈاکٹر روبینہ بھٹی نے افسوس کا اظہار کیا کہ پاکستان میں شدت پسندی کے خلاف جنگ دس برس سے جاری ہے لیکن حکومت پاکستان کی طرف سے اس کے ماحولیاتی اثرات کا تخمینہ لگانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی۔انہوں نے کہا کہ ایس ڈی پی آئی اور ایسی دوسری تنظیمیں پاکستان میں فوجی تصادم کے ماحولیاتی اثرات کا جامع تخمینہ لگائیں۔انہوں نے حاضرین کو بتایا کہ 2001ء سے 2010ء کے دوران جنوبی ایشیا میں جنگی اخراجات میں 50فی صد اضافہ ہوا۔

ریو + 20 سربراہی اجلاس ماحول دوست معیشت پر سفارشات دے گا

اسلام آباد: ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے رکن اور سابق سفیر شفقت کاکاخیل نے کہا کہ مشاورت کا مقصد پائیدار ترقی کے سلسلے میں ماضی میں ہونے والے سربراہی اجلاسوں پر عمل درآمد کی روشنی میں سیاسی عزم کا اعادہ کرنا اور پہلے سے موجود اور نئے ابھرنے والے چیلنجوں کا جائزہ لینا تھا۔کاکاخیل نے یہ بات اقوام متحدہ کے پروگرام برائے ترقی اور پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدار ترقی کے زیر اہتمام منعقد ہونے والی

دو روزہ مشاورت کے دوسرے روز تقریر کرتے ہوئے کہی۔ یہ مشاورت اقوام متحدہ کی آئندہ جون میں ہونے والی ریو+20 کانفرنس برائے پائیدار ترقی کی تیاری کے لے منعقد کی گئی تھی،

کاکا خیل نے کہا کہ ریو+20 سربراہی اجلاس میں ماحول دوست معیشت کے موضوع پر بات کی جائے گی اور پائیدار ترقی کے علاقائی، ملکی اور عالمی سطح پر اداراتی ڈھانچے کیلئے سفارشات پیش کی جائیں گی انہوں نے کہا کہ ریو+20 اجلاس عالمی اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس کے نتائج 2015ء کے بعد کے دور میں پائیدار ترقی کے ایجنڈے پر اثر انداز ہوں گے۔ اور اس کی سمت کا تعین کریں گے۔ اس سے انسانوں پر مرکوز، کم آلودگی پھیلانے والی اور ماحول کی صفائی کو برقرار رکھنے والی ترقی کے امکانات بڑھیں گے۔

منصوبہ بندی کمیشن کے موسمیاتی تبدیلی اور ترقی کے مشیر، ڈاکٹر اشفاق احمد نے اس بات پر زور دیا کہ عملدرآمد کی صلاحیت کو بہتر بنانا اہم ہے اور حکومت اور کثیر فریقی اداروں کو اس کے لئے مرکزی کردار ادا کرنا چاہیئے۔

یو این کے شریک چیئر مین توشے ہیروتا کا نے پاکستان کے حوالے سے سربراہی اجلاس کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ پائیدار ترقی کی جانب پیش رفت پاکستان کے لئے پسند یا ناپسند کا نہیں بلکہ ضرورت کا معاملہ ہے۔ انہوں نے کہا کہ آبادی میں تیزی سے اضافے کی وجہ سے ضروری ہے کہ دستیاب وسائل کے استعمال کے بارے میں دانشمندی سے فیصلے کئے جائیں۔ پہلے ہی تیزی سے گھٹتے ہوئے وسائل کو اپنی زندگی اور بسر اوقات کے لئے استعمال کرنے والوں کی تعداد میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔

کامسٹیک کے سربراہ ڈاکٹر ڈاکٹر قاسم جان نے کہا کہ ایس ڈی پی آئی نے حالیہ برسوں میں پلاننگ کمیشن کی ٹاسک فوس برائے موسمیاتی تبدیلی کو قومی ماحولیاتی پالیسی کی تیاری کے کام میں مدد دی ہے۔ اسے موسمیاتی تبدیلی کے مشاورتی گروپ میں بھی نمائندگی حاصل ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایس ڈی پی آئی کی یو این ڈی پی کے تعاون سے دی جانے والی مدد ایس ڈی پی آئی کے مقاصد اور اہداف سے مطابقت رکھتی ہے۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ ریو سربراہی اجلاس کے بعد موثر عملدرآمد کے لئے ایس ڈی پی آئی حکومت اور دوسرے مفادات رکھنے والوں کے ساتھ مل کر کام کرے گی۔

''لاہور یونیورسٹی آف مینجمنٹ سائنسز کے وائس چانسلر ڈاکٹر عادل نجم نے کہا کہ ریو سربراہ اجلاس دنیا بھر میں اور پاکستان میں پائیدار ترقی کی نئے سرے سے تشریح کا موقع فراہم کرتا ہے۔ ہمیں ماحول دوست پالیسیاں اختیار کرتے ہوئے پائیدار اور بہتر کارکردگی کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

پبلک سیکٹر ترقیاتی پروگرام اور معاشی نمو کے درمیان کوئی گہرا تعلق نہیں

پبلک سیکٹر ترقیاتی پروگرام صرف اسی صورت میں فائدہ مند ہوسکتا ہے جب ملک میں منصوبہ بندی کی اصلاحات کے ذریعے عملدرآمد کا طریق کار قائم ہو۔ یہ بات منصوبہ بندی کمیشن کے مشیر ڈاکٹر وقار احمد نے کہی۔ ایس ڈی پی آئی نے ''پاکستان کے پبلک سیکٹر ترقیاتی پروگرام کا اصلاحاتی ایجنڈا'' کے موضوع پر ایک سیمینار سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے پی ایس ڈی پی کے نمایاں خدوخال کا ذکر کیا اور اٹھارہویں ترمیم کے بعد پی ایس ڈی پی میں کمی کی وجوہات بتائیں۔

انہوں نے بتایا کہ پی اس ڈی پی فنڈ 300 بلین روپے ہے جس میں سے 57 فیصد بنیادی ڈھانچے کی تعمیر پر خرچ کیا جاتا ہے جبکہ 42 فیصد سماجی شعبے کی ترقی پر خرچ ہوتا ہے۔ پی یس ڈی پی کے بیرونی امداد پر انحصار کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ 82 فیصد بیرونی امداد بنیادی ڈھانچے کی ترقی کے لئے دی جاتی ہے جبکہ صرف 13 فیصد امداد سماجی شعبے کی ترقی کے لئے۔ مختلف محققین اور ماہرین کا حوالہ دیتے ہوئے انہوں نے کہا کہ پاکستان میں پبلک سیکٹر ترقیاتی پروگرام اور معاشی نمو کے درمیان کوئی گہرا تعلق ثابت نہیں ہوتا۔ انہوں نے حکومت کی طرف سے

مالیاتی خسارے،کل قومی پیداواراورٹیکس وصولی کے درمیان فرق،اور جاری اخراجات میں تیزی سے اضافے کوکم کرنے کی کوششوں کو پبلک سیکٹر ترقیاتی پروگرام کے کم ہوجانے کی وجہ قرار دیا۔انہوں نے
بتایا کہ پی ایس ڈی پی کا بہت زیادہ انحصار بیرونی امداد پر ہے اور جب بھی بیرونی امداد میں کمی آتی ہے تو اس پر بہت برے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

کرپشن معاشی نموکوروک دیتی ہے ایس ڈی پی آئی سیمینار

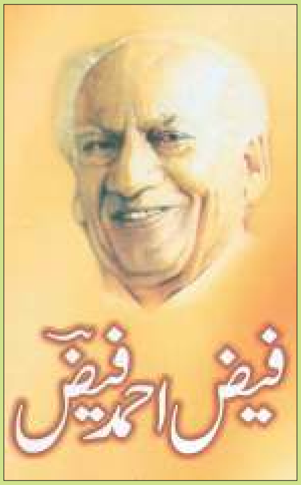

کرپشن کواپنی مختلف صورتوں میں پائیدارترقی اور معاشی نمو کی راہ میں ایک بڑی رکاوٹ سمجھا جاتا ہے۔یہ بات ایک معیشت دان،ڈاکٹر وقارا ڈھو نے ایس ڈی پی آئی کے زیراہتمام سیمینار میں اپنے خصوصی لیکچر میں کہی جس کا عنوان تھا کرپشن اور ترقی: معاشی نظریے کے مطابق''ڈاکٹر وقار کا کہنا تھا کہ کرپشن اپنے سرکاری عہدے کو ذاتی مفاد کے لئے ناجائز استعمال کرنے کو کہتے ہیں۔ان کا کہنا تھا کہ سرکاری شعبے میں کم تنخواہیں افسر شاہی میں کرپشن کی ایک بڑی وجہ ہیں۔ان کی رائے میں بہتر تنخواہیں اور سخت آڈٹ اور نگرانی سے کرپشن کم ہوسکتی ہے انہوں نے کرپشن اوراس کے اثرات اور کرپشن کے خلاف ترغیباتی حکمت عملی کے متعلق مختلف خیالات کا ذکر کیا۔ان کا کہنا تھا کہ حکومت کو کرپشن کے خاتمے کے لئے اقدامات کرنے چاہئیں۔

ٹیگور،فیض اوراستاددامن کی یاد میں

ایس ڈی پی آئی کے سہ ماہی ترجمان''دھرتی''میں معروف بنگالی شاعررابندرناتھ ٹیگور کی 150ویں سالگرہ،عظیم اردو شاعر فیض احمد فیض اور پنجابی زبان کے منفرد شاعراستاددامن کی 100ویں سالگرہ کے موقع پرخصوصی مضامین شائع کئے اورانہیں خراج عقیدت پیش کیا گیا۔

چودھویں سالانہ پائیدارترقی کانفرنس

پالیسی انسٹی ٹیوٹ برائے پائیدارترقی کی 14ویں سالانہ پائیدارترقی کانفرنس ایک مقامی ہوٹل میں 13 سے 15 دسمبر کومنعقد ہوئی۔کانفرنس کا مرکزی موضوع''جنوبی ایشیامیں پائیدارترقی کی تعریف کی نئی تشریح''تھا۔مرکزی موضوع کے تحت ذیلی موضوعات میں،ماحول اورآب وہوا کی تبدیلی،تنازعات،امن اورقومی سلامتی،عدالتی اصلاحات اور بہتر اسلوب حکمرانی،توانائی کے شعبے،تعلیم وادب،ٹرانس باؤنڈری،قدرتی وسائل کاانتظام اوراٹھارہویں ترمیم کے بعد کے مسائل شامل تھے۔

کانفرنس کے کنکرٹ اجلاسوں میں تنازعات سے متاثرہ حالات میں ذریعہ معاش کاانتخاب،اسلوب حکمرانی میں درپیش مسائل: کیاان کا کوئی حل ہے؟ جنوبی ایشیامیں ادب:حقیقت اورافسانے کے ذریعے معاونت،غربت کے مباحثہ پرنظرثانی:تخیل کے متبادل راستے،پیائش اور ہدف بندی۔سلامتی اورترقی:بین الاقوامی سیاست میں چین پاکستان وہند کے تعلقات۔موسمی تبدیلی:جنوبی ایشیاکے ماحول کے لئے خطرہ۔موسمی تبدیلی: جنوبی ایشیامیں جنگلات کے انتظام کوبہتر بنانا،بائیوانرجی اور پائیداری:جنوبی ایشیامیں قابل تجدید توانائی،متبادل ذرائع کی تلاش:جنگلات کی کٹائی کے لئے روک تھام اور جنگلات کی گراوٹ پلس (REDD+)،جنوبی ایشیاکی توانائی کی ترسیل میں مہارت: کاربن کے اثرات اور لائف سائیکل تجزیہ کا دوبارہ تعین،اجتماعیت کے لئے تعلیم پرنظرثانی:مذہبی اقلیتوں کی پبلک اور مدرسہ کی تعلیم میں نمائندگی،اٹھارہویں ترمیم اور تفویض اختیارات،جنوبی ایشیاء میں سماجی احتساب کے ذریعے اسلوب حکمرانی کی نئی تشریح،موسمی تبدیلی کے خدشات اوراس کے جنوبی ایشیاء

کے ممالک پر ممکنہ اثرات، گرین اکانومی: ترقی کی نئی تعریف، مزارات، شانتی اور پائیدار ترقی، رابندر ناتھ ٹیگور، فیض احمد فیض اور استاد دامن کی ڈیڑھ سو سالہ اور صد سالہ سالگرہ کی یاد میں، ایکشن ایڈ پاکستان کی تعلیمی خدمات، ٹرانس نیشنل تحریک نسواں، غیر سیاسی، بین الاقوامی ترقی، تیسری دنیا کی خواتین کے سننے کیلئے اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے؟ جیسے موضوعات شامل تھے۔

ایس ڈی پی آئی کی 20 ویں سالگرہ

11 فروری 2012ء کو ایس ڈی پی آئی کی 20 ویں سالگرہ منائی گئی۔ جس میں انسٹی ٹیوٹ کے بانی ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر طارق بنوری، موجودہ ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری اور ایس ڈی پی آئی کے سینئر ایڈوائزر شفقت کاکاخیل نے شرکت کی۔ اپنے اظہارِ خیال کے دوران انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ ایس ڈی پی آئی اور بعض دیگر تھنک ٹینکس ترقی کے تناظر میں پالیسی مشاورت اور دنیا بھر کے سٹیک ہولڈرز کو یکجا کرنے میں اہم کردار ادا کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر طارق بنوری، جو آج کل اقوام متحدہ میں پائیدار ترقی ڈویژن کے ڈائریکٹر ہیں نے دنیا بھر کے ملکوں میں تھنک ٹینکس کے آغاز و ارتقاء اور ان کی جانب سے کئے جانے والے کاموں کا ذکر کیا انہوں نے کہا کہ 1970ء کی دہائی میں یہ ادارے سماجی علوم کے طور پر اُبھرے۔

1992ء میں ایس ڈی پی آئی کے ایک آزاد اور غیر جانبدار ادارے کے طور پر قیام کو یاد کرتے ہوئے انہوں نے ترقی اور ماحولیات کے حوالے سے اس کے قیام کی ضرورت اور اہمیت کو اجاگر کیا۔ ایس ڈی پی آئی سے قبل NARC, PCSIR اور PIDE جیسے ادارے کام کر رہے تھے لیکن انہیں حکومت چلا رہی تھی اگرچہ انہوں نے اپنے قیام کے ابتدائی ایام میں اچھا کام کیا۔ ایس ڈی پی آئی کی متعدد کامیابیوں کا ذکر کرتے ہوئے انہوں نے بتایا کہ انسٹی ٹیوٹ نے مفادِ عامہ کو مرکزی نکتہ بنا کر پبلک پالیسیوں اور فیصلوں پر اثر ڈالا۔ اس کی حکمت عملی کے چار سرے تھے: آگے دھکیلنا، کھینچنا اور اس کا حصہ بن جانا۔ انہوں نے انصاف کے دائرے کے تصور پر بحث کرتے ہوئے بتایا کہ انصاف کو یقینی بنائے بغیر کسی طرح کی خوشحالی کو حاصل نہیں کیا جا سکتا۔

ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر نے ادارے کی 20 ویں سالگرہ میں شریک ہونے والے وفود کا خیر مقدم کرتے ہوئے بتایا کہ 2012ء میں انسٹی ٹیوٹ نے اپنے بیس برس مکمل کر لئے ہیں۔ اس عرصہ میں ادارے نے امن، سماجی انصاف اور تحقیق، پالیسی ایڈووکیسی اور استعداد کار کے ذریعے فلاح و بہبود کے نصب العین تک پہنچنے کے لئے کامیاب جدوجہد کی ہے۔

سینئر ایڈوائزر ایس ڈی پی آئی شفقت کاکاخیل نے ڈاکٹر طارق بنوری کے ہاتھوں ایس ڈی پی آئی کے قیام کی شاندار روداد سنائی۔ انہوں نے کہا کہ اس وقت، جب دانشورانہ شعور کی کمی تھی، ایس ڈی پی آئی کا قیام پالیسی تحقیق کی بنیاد پر حکومت اور سول سوسائٹی کو رہنمائی فراہم کرنے کی اشد ضرورت تھی۔ انہوں نے کہا کہ ڈاکٹر بنوری اور ایس ڈی پی آئی حکومتوں کی مدد کرتے رہے ہیں لیکن انہوں نے یہ مدد اپنے اصولوں اور مفاد عامہ کی قیمت پر کبھی نہیں کی۔

1990ء کی دہائی سے اکیسویں صدی کی دوسری دہائی کے آغاز تک ان بیس برسوں میں تحقیق پر مبنی درجنوں ایڈووکیسی کام ہوئے۔انگریزی اردو اور دیگر پاکستان زبانوں کے ذریعے ان کی وسیع پیمانے پر نشرواشاعت ہوئی اور اپنے قیام کے بیسویں برس میں ارشد ایچ عباسی کی تحقیق ''پاکستان پاورسیکٹر آؤٹ لُک'' (اگست 2012ء) اور عارف نوید / ناظم علی کی تحقیقی رپورٹ، جو پاکستان میں غربت کی ضلعی پروفائل (ستمبر 2012ء) سے عبارت ہے، اسی روایت کا تسلسل ہے جس کا آغاز آج سے بیس برس پہلے 1992ء میں ہوا تھا، یہ دونوں تحقیقی رپورٹیں انتہائی بروقت اور موجودہ صورت حال کا درست ادراک کرتی دکھائی دیتی ہیں۔انجینئر ارشد ایچ عباسی نے KESC کی پرائیویٹائزیشن کے بعد کی صورت حال کا جرأت مندانہ تجزیہ کیا ہے۔اسی طرح عارف نوید اور ناظم علی نے اپنی تحقیق کے نتائج کی سنگینی کو واضح کیا ہے۔پاکستان میں غربت کے مسائل کو ایسی ہی راہنمائی کی ضرورت تھی۔ایک تھنک ٹینک کے طور پر ادارے کے اعزازات کی فہرست خاصی طویل ہے۔انسٹی ٹیوٹ کا تحقیقی پروگرام خاصا جامع ہے اور ماحولیات، حکمرانی، انسانی ترقی، میکرو معیشت، تعلیم، سماجی انصاف، صحت، برابری، انسانی اور اقلیتوں کو درپیش مسائل سمیت کئی شعبوں میں خاص تحقیقی کام جاری ہے۔انسانی سلامتی کے لئے ماحول کی سلامتی لازمی ہے۔

ایس ڈی پی آئی کی قیادت میں اعلیٰ تحقیقی صلاحیتوں کا اظہار ہوا ہے۔ڈاکٹر طارق بنوری سے ڈاکٹر عابد قیوم سلہری تک اس ادارے کو غیر معمولی قائدانہ راہنمائی نصیب ہوئی۔اسی طرح ڈاکٹر شاہ رخ رفیع خان اور ڈاکٹر صبا گل خٹک کے ساتھ ساتھ کئی دیگر شخصیات نے تحقیق، پالیسی ایڈووکیسی اور مطبوعات کے شعبوں میں اپنی اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔ان میں ڈاکٹر قیصر بنگالی، ڈاکٹر اے ایچ نیر، ڈاکٹر جینیفر بینٹ، ڈاکٹر محمود احمد خواجہ، بریگیڈیئر محمد یٰسین، ڈاکٹر شاہد ضیا، ڈاکٹر لبنیٰ چوہدری، ڈاکٹر آصف قیوم قریشی، ڈاکٹر مظفر قزلباش، ڈاکٹر شاہین رفیع خان، عبدالمتین، ڈاکٹر طارق رحمان، شفقت منیر احمد، ڈاکٹر کارین ایسٹرڈ، ڈاکٹر سفقت شہزاد، عاصم سجاد اختر، کرن نذیر احمد، ڈاکٹر وقار احمد، ڈاکٹر بابر شہباز، ڈاکٹر حمیرا اشفاق اور راقم الحروف کے نام لئے جاسکتے ہیں۔

اس موقع پر اردو یونٹ نے ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری کی منظوری اور تعاون سے مختلف موضوعات اردو زبان میں پانچ کتابیں شائع اور جاری کیں اس سلسلے کی پہلی کتاب ''ماحول، معاشرہ اور پائیدار ترقی'' تھی جسے ایس ڈی پی آئی کے سینئر ایڈوائزر ڈاکٹر محمود احمد خواجہ نے تصنیف اور ترتیب دیا۔27 اگست 2012ء کو کتاب کی تقریب رونمائی منعقد ہوئی۔صدر تقریب اور اس وقت کے نیشنل لینگویج اتھارٹی کے چیئرمین ڈاکٹر انوار احمد نے کہا کہ ماحولیات اور تحفظ فطرت کے موضوع پر ان کے ماہرین کو اردو زبان کے زیادہ سے زیادہ استعمال پر زور دینا چاہیے ڈاکٹر شفقت کاکاخیل اور احمد سلیم نے بھی تقریب سے خطاب کیا۔دیگر کتابوں میں ''معاشی بحران، پاکستان اور پائیدار ترقی''، ''جدلیات، ادب وفن اور پائیدار ترقی''، ''پائیدار ترقی کانفرنسز: ایک نظر میں'' اور ''اسلام، اقلیتیں اور پائیدار ترقی شامل ہیں۔راقم الحروف (مدیر دھرتی) کو ترتیب دینے کا اعزاز نصیب ہوا۔

ایس ڈی پی آئی لائف اچیومنٹ ایوارڈ کا اجراء

ایس ڈی پی آئی نے اپنے کارکنوں کی بہترین کارکردگی پر ہر سال لائف اچیومنٹ ایوارڈز دینے کا فیصلہ کیا ہے۔ پہلا ایوارڈ تین سینئیر ایڈوائزرز بریگیڈئیر (ریٹائرڈ) محمد یٰسین، ڈاکٹر محمود احمد خواجہ اور احمد سلیم کو دیا گیا۔ اگلے سال سے ایوارڈ کے ساتھ نقد رقم کا بھی اضافہ کر دیا گیا۔

عبدالناصر خان کا انتقال پُر ملال

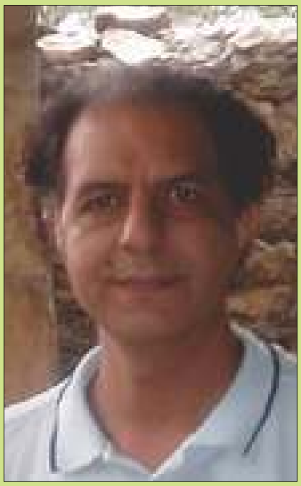

ایس ڈی پی آئی کے سینئر سٹاف کے ایک ممبر عبدالناصر خان اتوار 04 مارچ 2012ء شام اچانک حرکت قلب بند ہونے سے انتقال کر گئے ۔ان کی عمر بیالیس برس تھی۔ اپنے پسماندگان میں انہوں نے اپنے نوخیز بیٹے اور بیوہ کو چھوڑا ہے۔

اتوار کے روز وہ اپنے گھر پر تھے جب انہیں دوبارا وپر تلے دل کا دورہ پڑا۔ اہل خانہ انہیں فوراً ہسپتال لے گئے لیکن وہ ان حملوں کی تاب نہ لاتے ہوئے چل بسے۔ ان کے سوگ میں پیر کے روز ایس ڈی پی آئی کا دفتر بند رہا۔ تمام سرگرمیاں معطل کر دی گئیں اور تین روز تک ادارہ کا پرچم سرنگوں رہا۔

چودہ سال قبل 1997ء میں مرحوم عبدالناصر خان نے ایس ڈی پی آئی جوائن کی اور بن باس جیسی اپنی پوری جوانی ادارے کے لیے وقف کر دی۔ ایس ڈی پی آئی کے ساتھ اپنی ڈیڑھ دہائی کی وابستگی اور ادارے اور اس کے مشن کے لئے طویل خدمات نے جوان کی توانائیوں، صلاحیتوں، گہری وابستگی اور کمٹ منٹ کا نتیجہ تھی، انہیں ادارے کا لازمی حصہ بنا دیا۔ انہوں نے انفارمیشن ٹیکنالوجی اور مطبوعات کے شعبوں میں انتظامی سرگرمیوں، ان کے استحکام اور سہولتوں کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا۔ 2011ء میں انہوں نے ایس ڈی پی آئی کی نئی انٹرا ایکٹو ویب سائٹ کی بنیاد رکھنے اور اسے ترقی دینے میں رہنما کردار ادا کیا۔ پچھلے کئی برسوں میں وہ پائیدار ترقی کی سالانہ کانفرنس کے انعقاد، ادارے کی مطبوعات اور رپوٹوں، بشمول سالانہ رپورٹ کے لے آؤٹ اور حال ہی میں پائیدار ترقی ٹی وی (SDTV) کی لائیو نشریات میں تکنیکی مدد فراہم کرنے میں مصروف رہے۔

''ایک لائق اور باصلاحیت ساتھی کی حیثیت سے بڑھ کر وہ ایک عظیم انسان اور مخلص دوست تھے''۔ ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر عابد قیوم سلہری نے کہا۔ ان کے ایک انتہائی قریبی دوست اور ساتھی ڈاکٹر محمود احمد خواجہ کا کہنا تھا کہ ''وہ ہمارے ساتھیوں میں سب سے پیارے اور ایک پھول کی طرح تھے۔ وہ انسٹی ٹیوٹ کے ساتھیوں کے لئے چودہ برس تک ایک تازہ پھول کی طرح رہے۔'' ڈاکٹر خواجہ نے مزید بتایا کہ ایس ڈی پی آئی کے اندر وہ جہاں سے گزرتے، تازگی بخش مسکراہٹ اور گرم جوشی کی کرنیں بکھیرتے جاتے۔

مرحوم عبدالناصر ویب کمیٹی، میڈیا ریلیشنز کمیٹی، رکروٹمنٹ کمیٹی، پرچیز کمیٹی اور حال ہی میں قائم ہونے والی ایس ڈی پی آئی کی بیسویں سالگرہ کی تقریبات کی کمیٹی (ACC) کے رکن کے طور پر ادارے کیلئے مؤثر خدمات انجام دے رہے تھے ملازمین کے حقوق اور فلاح و بہبود کے زبردست حامی کے طور پر انہوں نے فعال طریقے سے سٹاف ویلفیئر کمیٹی میں بھی خدمات انجام دیں۔ ان کی پرعزم آواز کو اچھی طرح محسوس کیا جاتا تھا۔

جانے والوں کی یادیں

احمد سلیم ادارے کی یادوں کو دہراتے ہوئے کہتے ہیں:

''ستمبر 1996ء میں جب خود میں نے ایس ڈی پی آئی میں شمولیت اختیار کی اور اردو مطبوعات کی اشاعت کا ڈول ڈالا تو یہاں کئی جانے پہچانے اور کچھ نئے چہرے دیکھنے کو ملے۔ ان یادوں میں سب سے گہری یادیں ظفریاب کی ہیں جو ''ریسرچ اینڈ نیوز بلیٹن'' کے مدیر تھے۔ میں نے ڈاکٹر

طارق بنوری کی خواہش پر اردو یونٹ کی تشکیل کی اور یہاں سے دو ماہی خبر نامہ ''دھرتی'' کے نام سے نکالا جو آگے چل کر سندھی، پنجابی، بلوچی، پشتو اور سرائیکی میں بھی نکلتا رہا۔ میں اور ظفر یاب ایک ہی کمرے میں بیٹھتے۔ وہ اپنی گونج دار ٹھیٹ پنجابی لاہوری میں کھُل کر بولتا۔ اردو اور انگریزی بلیٹن کو چھوڑ کر ہم ہر موضوع پر بات کرتے۔ کچھ عرصہ بعد وہ ایس ڈی پی آئی سے رخصت ہو گیا۔ اسے ایک امریکی یونیورسٹی میں پڑھانے کا موقع ملا۔ 2007ء میں وہ کینسر کا عارضہ لے کر پاکستان واپس آ گیا۔ ایس ڈی پی آئی میں اس کی واپسی کے بارے میں سوچا جا رہا تھا لیکن زندگی نے اسے مہلت ہی نہ دی۔

دوسرا بڑا نقصان ایم ڈی ملک کی دائمی جدائی کی صورت میں ہوا۔ وہ ایس ڈی پی آئی کے دوسرے ایگزیکٹو ڈائریکٹر شاہ رخ رفیع خان کے پرسنل اسسٹنٹ تھے اور طویل عرصہ تک کینسر سے لڑتے رہے لیکن جانبر نہ ہو سکے۔ ہم ساتھی جب بھی انہیں ہسپتال دیکھنے جاتے، ان کے چہرے پر ایک خوشگوار مسکراہٹ کھیل رہی ہوتی۔

شاہ زمان ایس ڈی پی آئی کے چمن کے مالی تھے۔ وہ خاموشی سے رنگ اور خوشبوئیں بکھیرتے بکھیرتے اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے۔ ان کا بیٹا ریاض، ان کی صورت میں اپنے بابا کے مشن کو پورا کر رہا ہے۔

میرا ساتھی، ہم قدم، ہم سفر عبدالناصر خان، ایس ڈی پی آئی کے ایک ایک فرد کو رُلا گیا ہے۔ اس نے صحیح معنوں میں ادارے کے لئے اپنی زندگی لٹا دی۔ وہ 1997ء میں ایس ڈی پی آئی کے خاندان کا فرد بنا۔ میں اس سے ایک سال پہلے یہاں آ چکا تھا۔ مجھے اس کی شادی بھی یاد ہے لیکن اس کی شادی تو اس ادارے سے ہو چکی تھی۔ دن بھر دفتر اور رات رات بھر گھر میں کام کرنا اس کے مزاج کا حصہ بن گیا تھا۔ اس کمٹ منٹ کی مثال مشکل سے ہی ملے گی۔ آج وہ ہمارے درمیان نہیں ہے تو احساس ہوتا ہے کہ ایس ڈی پی آئی کو کتنے بڑے صدمے، کتنے بڑے نقصان سے دوچار ہونا پڑا ہے۔''

بھوک کا کوئی مذہب نہیں ہوتا

پانچویں جنوبی ایشائی سربراہی اقتصادی کانفرنس

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (SDPI) کے زیر اہتمام اسلام آباد میں 13-11 ستمبر 2012ء کو پانچویں جنوبی ایشیائی سربراہی اقتصادی کانفرنس کا انعقاد عمل میں آیا۔ جس میں جنوبی ایشیا کی تعمیر نو، علاقائی جرأت اور جنوبی ایشیاء کی ریاستوں کے مابین تجارتی لبرلائزیشن پر زور دیا گیا۔ کانفرنس کے شرکاء کو بتایا گیا کہ بھوک کا کوئی مذہب نہیں ہوتا۔ کانفرنس میں بلوچستان کے لاپتہ افراد کی گونج بھی سنائی دی۔

کانفرنس کا افتتاحی اجلاس 11 ستمبر 2012ء کو ایک مقامی ہوٹل میں منعقد ہوا جس سے پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری اور پاکستان کے وفاقی وزیر دفاع سید نوید قمر سمیت جنوبی ایشیاء کی ریاستوں سے آئے ہوئے مندوبین نے خطاب کیا۔

ڈاکٹر سلہری نے پاک و ہند کی دونوں حکومتوں کی سیاسی قیادت کے حالیہ اقدامات، جن میں ویزا پالیسی میں نرمی، پاکستان کی جانب سے ہندوستان کو پسندیدہ تجارتی ملک قرار دینے اور ہندوستان کی جانب سے پاکستانی سرمایہ کاروں کو سرمایہ کاری کی اجازت دینا وغیرہ شامل ہیں۔ ''ہم عدم اعتماد کی موجودہ فضا میں امید کی ایک نئی کرن دیکھ سکتے ہیں''، انہوں نے امید ظاہر کی کہ نئے معاہدے اور ترقی سے متعلق سوالات جنوبی ایشیا کے روشن مستقبل کی طرف لے جائیں گے۔ البتہ ایک جامع اور غریب دوست ترقی کے ذریعے تمام شہریوں کو فائدہ پہنچا کر ہی معاشی عدم مساوات کا خاتمہ کیا جا سکتا ہے۔ سربراہی کانفرنس میں 114 غیر ملکی مندوبین نے شرکت کی جس میں جنوبی ایشیائی ملکوں کے وزراء بھی شامل تھے۔

تخلیقی ادب اور پائیدار ترقی

ایس ڈی پی آئی نے پائیدار ترقی کے لئے تخلیقی ادب پر ہمیشہ زور دیا ہے لیکن گذشتہ پانچ سات برسوں میں اس طرف خصوصی توجہ دی ہے۔اس مقصد کے لئے ادارے نے کئی خصوصی پروگرام ترتیب دیئے۔ان میں لونگ لیجنڈ سلسلہ وار پروگرام بطور خاص ذکر کے قابل ہیں۔اس پروگرام کے تحت اب تک کشور ناہید، منو بھائی اور نثار عزیز بٹ کے ساتھ نشستیں کی جا چکی ہیں۔

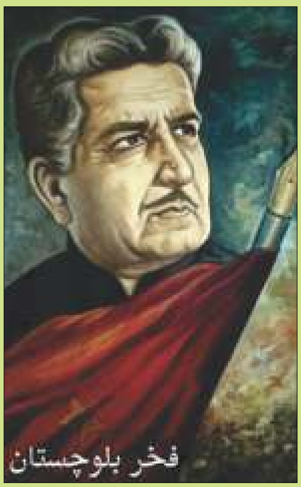

ماحولیاتی ادب کے حوالے سے شعیب سلطان خان کا پروگرام بھی کیا جا چکا ہے۔معروف فکشن نگار انتظار حسین کے انتقال پر ایک یادگار ریفرنس کیا جا چکا ہے۔ڈیڑھ سو سالہ اور صد سالہ تقریب کے موقع پر رابندر ناتھ ٹیگور اور صد سالہ جشن ولادت کے طور پر فیض احمد فیض، سعادت حسن منٹو، میرا جی، میر گل خان نصیر، استاد دامن اور مجید امجد کے حوالے سے یادگاری کتابچے شائع کیئے جا چکے ہیں۔دراصل ادبی چھینٹے کے بغیر بالعموم ترقی اور بالخصوص پائیدار ترقی کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔کیونکہ ادب زندگی کے ہر اس پہلو کی بات کرتا ہے جن کا تعلق پائیدار ترقی سے ہے۔ان پروگراموں میں ادبی کتب کی تقاریب اجراء بھی منعقد کی جا چکی ہیں اس ضمن میں قابل ذکر تقریب ''ترقی پسند تنقید۔فکری اور نظری مباحث'''' نثرِ رشید جہاں'' اور ''مختار صدیقی''، منعقد کی گئیں۔

ادارے نے آغاز میں ہی پائیدار ترقی کے حوالے سے پاکستانی شاعری کا ایک مجموعہ ''زمین کے جاگنے کے دن ہیں'' شائع کیا تھا۔اسی طرح ایس ڈی پی آئی کی 20 ویں سالگرہ کے موقع پر ''جدلیات، ادب وفن اور پائیدار ترقی'' کے موضوع پر ایک اور کتاب شائع کی گئی۔

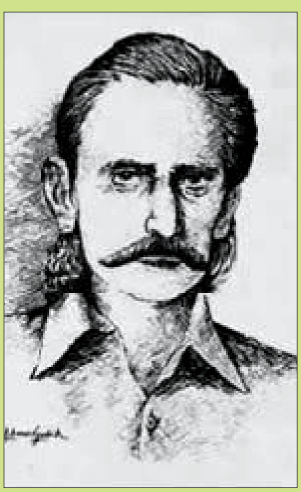

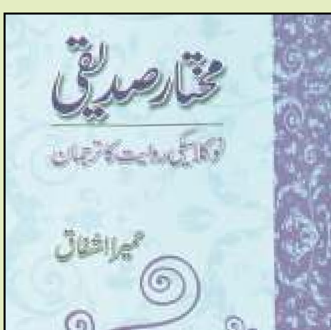

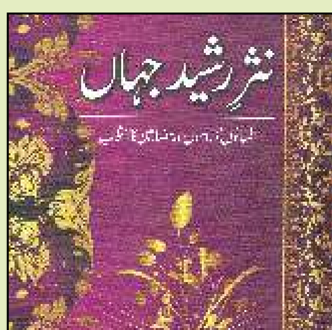

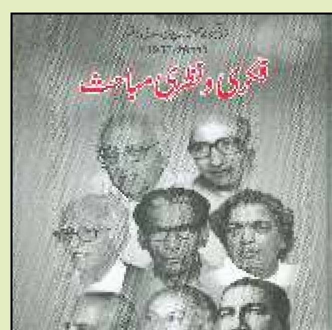

پندرہویں سالانہ پائیدار ترقی کانفرنس

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) نے اپنے بیس برس مکمل کر لئے۔جس مختصر ٹیم نے 1992ء میں اپنے سفر کا آغاز کیا تھا، آج وہ ایک عظیم الشان تھنک ٹینک کے طور پر اپنا وجود منوا چکی ہے۔تحقیق، ایڈووکیسی، رائے عامہ کی بیداری اور ماحولیاتی تحفظ سے سماجی انصاف کی جدوجہد تک ادارہ نے متعدد سنگ میل عبور کیئے ہیں۔اپنے قیام کے ابتدائی دنوں سے ہی اس کی سرگرمیوں کا دائرہ وسیع ہونا شروع ہو گیا تھا۔ان برسوں میں ایس ڈی پی آئی نے سالانہ کانفرنسوں کا اہتمام بھی کیا۔اس انداز میں کہ یہ ایک مستقل بین الاقوامی ایونٹ بن گیا۔

13-11 دسمبر 2012ء کو ایس ڈی پی آئی نے اپنی پندرہویں سالانہ کانفرنس منعقد کی۔اس تین روزہ کانفرنس کا عنوان تھا ''جنوبی ایشیا میں پائیدار ترقی مستقبل کی تشکیل''۔ پاکستان، جنوبی ایشیاء اور دنیا بھر سے شریک ہونے والے مندوبین نے اس موضوع پر گفتگو کی کہ اب ان اگلے بیس، تیس یا پچاس برسوں میں دنیا کیسی نظر آئے گی خصوصاً پائیدار ترقی کے نقطہ نظر سے۔

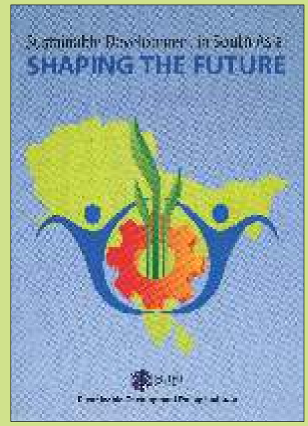

کانفرنس کا افتتاح 11 دسمبر کو ایک مقامی ہوٹل میں ہوا۔وفاقی وزیر سید نوید قمر نے گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا کہ جنوبی ایشیاء میں پائیدار ترقی کا مضبوط انحصار اس بات پر ہے کہ ہم کس طرح علاقوں، مذاہب اور قوموں کے درمیان سماجی اتفاق عمل کو کتنے اچھے طریقے سے حاصل کر سکتے ہیں۔انہوں نے کہا کہ سماجی اتفاق عمل اور برداشت خطے میں حکومتوں اور غیر حکومتی اداروں کا ترجیحی ایجنڈا ہونا چاہئے۔معاشی حاصلات اور ٹیکنالوجی تک رسائی اس انداز میں ہو جو عدم مساوات کو کم کر سکے۔خصوصاً ہمارے عوام کے لئے مواقع کی عدم مساوات کو۔ترقیاتی عمل کا تعلق سماجی انصاف اور ہمارے ماحولیات اور قدرتی وسائل کے تحفظ اور احترام سے ہونا چاہئے۔عوام کو با اختیار بنانے کے پہلو سے حکمران اور اداروں کے کرداروں کی بے حد اہمیت ہے تاکہ مقامی سطح پر شراکتی جمہوریت پنپ سکے اور برادریاں اور افراد اپنے آپ کو قومی اور علاقائی ترقی کے مجموعی ویژن سے جڑا ہوا محسوس کر سکیں۔

آج جنوبی ایشیا کے مختلف ممالک ایک خطے کا حصہ ہونے کے باوجود بکھرے ہوئے ہیں۔قریب ہو کر بھی ہم فاصلے قائم کئے ہوئے ہیں۔اگر یہی صورت حال رہی تو ہمارے بچے کبھی اس قابل نہ ہوں گے کہ وہ اپنے پڑوسی بچوں سے اشتراک عمل، ملاقاتیں، گپ شپ، اور کھیل کود کے لئے اکٹھے ہو سکیں۔اس سے قبل ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے اپنے افتتاحی خطاب میں کہا کہ پالیسی ساز آج جو پالیسیاں تشکیل دیں گے۔وہ اس بات کا تعین کریں گے کہ جنوبی ایشیا کا مستقبل کیا ہے۔انہوں نے کانفرنس کے شرکاء کو بتایا کہ پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) نے پاکستان اور خطے میں سماجی اور اقتصادی ترقی کے عمل میں کتنا مثبت کردار ادا کیا ہے۔

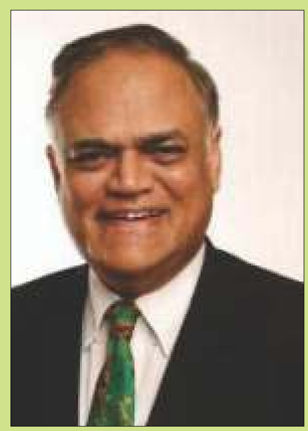

ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین ڈاکٹر سعید شفقت نے کانفرنس کے شرکاء کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ ایک خوشحال اور محفوظ مستقبل کیلئے جنوبی ایشیا کو ''جنگ کی اقتصادیات'' سے ''امن کی اقتصادیات'' کی طرف بڑھنا ہوگا۔اپنے کلیدی خطاب میں سابق وزیر اطلاعات اور آئی سی یو این (ICUN) کے نائب صدر جاوید جبار نے کہا کہ ہر پہلو میں تنوع اور وسائل کی بہتات کے باوجود جنوبی ایشیا کا خطہ پانی، خوراک اور توانائی کے شعبوں میں ابھی تک دباؤ اور کمیوں کا شکار ہے۔خطے کو اجتماعی سوچ اور عمل کے لئے ایک دوسرے کی مشترکہ خصوصیات پر انحصار کرنا ہوگا۔

محترم جاوید جبار نے جنوبی ایشیاء کی مستقبل سازی میں سات بنیادی عناصر کی نشاندہی کی جن میں ماحولیاتی تحفظ، سلامتی، معاشی برابری، معتدل صارفیت اور تحفظ، وسیع پیمانے پر احتساب اور بہتر حکمرانی کے لئے جمہوری اصلاحات، تمام مذاہب اور قومیتوں کا احترام، علاقے میں امن اور سول اختیارات کو مضبوط بنانے کے لئے ہندوستان، پاکستان اور دیگر ممالک کی طرف سے فوجی رکاوٹیں اور عظیم سماجی استحکام شامل ہیں۔انہوں نے پارلیمان میں سالانہ بجٹ سے پہلے گرین بجٹ کو متعارف کرانے کی تجویز بھی پیش کی۔

کانفرنس میں درجنوں پینل ترتیب دیئے گئے۔ان میں میڈیا، پاکستان میں تعلیم کے لئے پبلک مالیات، غیر روایتی سلامتی خطرات کے تحرکات، جنوبی ایشیا میں تجارت خصوصاً پاک۔ بھارت تعلقات کی روشنی میں ایشیاء کے مستقبل کی ازسرنوتشکیل میں سرکاری انفراسٹرکچر کا کردار، جنوبی ایشیا میں پائیدار کاروبار، تصادم کی صورت حال میں سماجی اور روزگار کے مسائل، غریب کو بااختیار بنانے کے لئے سماجی تحریکیں، تحفظ خوراک، موسمیاتی تبدیلیوں کے نتیجے میں نقل مکانی، عالمی حکمرانی اور ترقی کا مستقبل، سول۔ملٹری عدم توازن اوراس کے پالیسی اثرات، جنوبی ایشیا میں جمہوریت کی تیسری لہر، متصادم نسوانی شناختیں اور تصوف کا سماجی کردار قابل توجہ رہے۔کانفرنس میں قومی، علاقائی اور عالمی سطح پر شرکاء نے حصہ لیا اور اپنے خیالات کا اظہار کیا۔مختلف حیثیتوں میں جن شرکاء نے بحث ومباحثے میں حصہ لیاان میں وفاقی وزیر دفاع سید نوید قمر، جاوید جبار، ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹوڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری، ایس ڈی پی آئی بورڈ آف گورنرز کے چیئر مین ڈاکٹر سعید شفقت، دنیا نیوز کے محمد مالک، دولت مشترکہ براڈ کاسٹ کی منیزہ ہاشمی، ماہنامہ ہیرلڈ کے مدیر بدر عالم، وقت نیوز کے ایڈیٹر فہد حسین، ایس ڈی پی آئی کے حمزہ عباس، آکسفیم گریٹ برٹن کے زوہیر زیدی، ایس ڈی پی آئی کے طاہر ڈھنڈسا، ڈپلومیٹک اکیڈمی آذربائیجان کے خرم جاوید، کنٹری ڈائریکٹر ایکشن ایڈ اسلام آباد کے تصدق رسول، اقتصادی امور ڈویژن، حکومت پاکستان کے نعیم اکرم، ایس ڈی پی آئی کے سابق ایگزیکٹوڈائریکٹر اور بورڈ آف گورنرز کی رکن ڈاکٹر صبا گل خٹک، پاکستان مسلم لیگ (ن) کے رکن قومی اسمبلی خرم دستگیر خان، ایس ڈی پی آئی کے سعد راجپوت اور محمد عدنان، ڈائریکٹر جنرل ٹریڈ اینڈ پالیسی ڈاکٹر سہیل صفدر، حکومت پاکستان کے سابق چیف اکانومسٹ ڈاکٹر طاہر پرویز، ایس ڈی پی آئی کے ڈپٹی ایگزیکٹوڈائریکٹر ڈاکٹر وقار احمد، چائنیز اکیڈمی آف ایگریکلچر سائنسز ڈاکٹر زومیل ژانگ، ڈاکٹر نادیہ طاہر، ایس ڈی پی آئی کی انعم خان اور امریکہ کے سٹیفن کامنز، ایس ڈی پی آئی کے قاسم شاہ، این سی سی آر نیپال کے ڈاکٹر بشنوا پریتی، برطانیہ کی باتھ یونیورسٹی کے جیوف ووڈز۔ پائلر کے کرامت علی، سوئٹزر لینڈ کے سینئر ریسرچر ڈاکٹر اُرس گیزر، وزیر مملکت برائے تحفظ خوراک معظم خان جتوئی، فاؤاٹلی کے کانجا کورپی، بنکاک کے ارمینوساکو، فلپائن کے ماریا برنارڈ ٹا، ڈبلیوایف پی پاکستان کے صاحب حق، کنٹری ڈائریکٹر یواین ویمن لینا لنڈبرگ، جرمنی کے ڈاکٹر گلووانا گوئلی، زاہد رحمان امریکہ کے جوہانس بلینگن باچ، ندیم احمد، یونیورسٹی آف میری لینڈ کے ڈاکٹر سنیل گپتا، آئی ایس پی آر کے سابق ڈائریکٹر جنرل میجر جنرل (رٹائرڈ) اطہر عباس، سوشل سائنس ریسرچ سنٹر جرمنی کے ڈاکٹر طلعت محمود، نیدرلینڈ کے پروفیسر جان برمن، ڈاکٹر کامران احمد، مہرگڑھ سنٹر اسلام آباد کی ملیحہ سعید، آواز پروجیکٹ کے ٹیم لیڈر، شاعر اور دانشور حارث خلیق، خیبر پختونخواہ کے سابق وزیر اعلیٰ شمس الملک، کینیڈا کے شاما ڈوسا، ایس ڈی پی آئی کی وزٹنگ فیلو ڈاکٹر ثقلین اور ایس ڈی پی آئی کے شکیل رامے، موی سلیم، احمد سلیم اور ڈاکٹر حمیرا اشفاق قابل ذکر ہیں۔

آج ہمارا کل ہے

سولہویں سالانہ کانفرنس

ایس ڈی پی آئی کی سولہویں سالانہ کانفرنس، اسلام آباد کے ایک مقامی ہوٹل میں 12-10 دسمبر 2013ء کو منعقد ہوئی، اس بار کانفرنس کا موضوع ''آج ہمارا کل ہے'' تھا۔ اس وسیع تر موضوع اور اس کے مفہوم کو 27 ذیلی اجلاسوں اور دو افتتاحی اور اختتامی اجلاسوں میں پھیلایا گیا تھا۔ ان اجلاسوں میں پاکستان سمیت ، افغانستان ، کینیا، نیپال ، بنگلہ دیش، کینیڈا، ایکواڈور، فن لینڈ ، جرمنی ، ہندوستان ، برطانیہ، امریکہ ،آسٹریلیا (بذریعہ سکائپ) تھائی لینڈ (بذریعہ سکائپ) اور انڈونیشیا سے 161 مندوبین نے شرکت کی۔ ان میں 122 مقررین، 56 مبصرین، صدور خواتین وحضرات اور مہمانانِ اعزازی شامل تھے۔

وفاقی وزیر برائے منصوبہ بندی وترقی جناب احسن اقبال نے بطور مہمان خصوصی افتتاحی اجلاس میں، جبکہ وزیر اعظم کے مشیر برائے قومی سلامتی اور خارجہ امور سرتاج عزیز اور وفاقی وزیر خزانہ جناب اسحاق ڈار نے مہمانان اعزاز کے طور پر اختتامی اجلاس میں شرکت کی۔ تین روزہ کانفرنس کے دوران کم وبیش ڈھائی ہزار خواتین وحضرات نے شرکت کی۔ اس موقع پر پندھویں سالانہ کانفرنس میں پڑھے گئے مقالات کا انتخاب ''جنوبی ایشاء میں پائیدار ترقی: مستقبل کی نقشبندی'' کے عنوان سے کتابی صورت میں شائع کیا گیا اور اس کی رسم اجراء بھی ادا کی گئی۔

ڈاکٹر حفیظ اے پاشا نے افتتاحی اجلاس میں ''آنے والے کل کی معیشت کا خصوصی مطالعہ'' کے عنوان سے اپنا کلیدی لیکچر دیا جبکہ ڈاکٹر عادل نجم نے کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں ''جنوبی ایشیاء 2060ء علاقائی مستقبل کی صورت گری'' کے عنوان سے اپنا کلیدی مقالہ پیش کیا۔ کانفرنس میں پڑھے جانے والے مقالات میں موضوعات کا بے پناہ تنوع تھا۔ دنیا بھر سے ماہرین اور ممتاز شخصیات یہاں جمع ہوئیں اور انہوں نے پاکستان ویژن 2025ء، ملینیئم ڈیویلپمنٹ گولز (MDGs) معاشی ترقی میں اطلاعاتی ٹیکنالوجی کا کردار، توانائی اور پانی کا تحفظ، علاقائی جڑت، معیاری تعلیم تک رسائی، پالیسی ریسرچ میں ادارہ جاتی تحرّک، پائیدار روزگار، صنفی برابری، بائیں بازو کی تحریک، عقیدے کی آزادی کا فروغ، موسمی تبدیلی اور توانائی کے بارے میں مکالمہ، تحفظ خوراک، امن وسلامتی اور پاکستان میں معاشی بڑھوتری جیسے موضوعات پر اظہار خیال کیا۔

اگر ترقی پذیر ممالک MDG's کے اہداف حاصل کرنے میں ناکام رہے تو یہ صرف ان ممالک کی ناکامی نہیں ہے بلکہ ترقی یافتہ ممالک کی بھی ناکامی ہے۔ جنھوں نے ترقی کے عمل میں ترقی پذیر ملکوں کو مدد دینے کے وعدے پورے نہیں کئے۔ آج درپیش چیلنجوں کے قابل عمل حل نکالنے کی ضرورت ہے اور یہی تین روزہ سالانہ کانفرنس کا بنیادی نکتہ ہے۔ کانفرنس کی گونج تین روز تک پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا میں سنائی دیتی رہی۔ 36 انگریزی اور 14 اردو اخبارات، بشمول ای نیوز میں کانفرنس کی بھرپور کوریج ہوئی۔ الیکٹرونک میڈیا میں جیو نیوز، اے آر وائی، ڈان نیوز اور سچ

ٹی وی شامل تھے۔ایس ڈی پی آئی (ویب) سے اس کی مسلسل کوریج ہوئی۔27 اجلاسوں اور دو افتتاحی/اختتامی اجلاسوں میں 2500 سے زائد شرکاء موجود رہے۔اسلام آباد اور راولپنڈی کی متعدد یونیورسٹیوں کے طلبا و طالبات بھی کانفرنس کے اجلاسوں میں شریک ہوئے۔

ایک سروے کے مطابق کانفرنس میں جو مقالات پڑھے گئے۔ان سے 60.70 فیصد سامعین نے اپنے اطمینان کا اظہار کیا جبکہ 28.60 فیصد تحقیق پر مبنی پیش کئے جانے والے مقالوں سے انتہائی مطمئن تھے۔کانفرنس میں سہولتوں کے پہلو سے 53.6 فیصد مطمئن جبکہ 42.9 فیصد انتہائی مطمئن تھے۔

الگ الگ اجلاسوں کے سلسلے میں مختلف ردِعمل سامنے آئے۔شرکاء سے پوچھا گیا کہ انہوں نے کل کتنے اجلاسوں میں شرکت کی۔جواب کے مطابق 28.5 فیصد لوگ تین روزہ کانفرنس کے صرف ایک اجلاس میں شریک ہوئے۔جبکہ 21 فیصد اس عرصہ میں دو اجلاسوں میں شرکت کر پائے۔تاہم 18 فیصد نے اس بارے میں کوئی جواب نہیں دیا۔

شرکاء اور سامعین سے اجلاسوں کے دورانئے کی طوالت کے حوالے سے بھی سوال کیا گیا۔78.6 فیصد شرکاء کا کہنا تھا کہ اجلاسوں کی طوالت مناسب رہی یعنی اجلاس نہ بہت طویل تھے نہ بہت مختصر۔14 فیصد نے بتایا کہ اجلاس خاصے طویل ہوتے تھے۔اجلاسوں کا اوسط دورانیہ تقریباً دو گھنٹے تھا۔

اس سوال کے جواب میں کہ کیا وہ آئندہ بھی ایس ڈی پی آئی کی سالانہ کانفرنس میں شرکت کرنا چاہیں گے تو 96 فیصد نے جواب دیا کہ اس کانفرنس میں آئندہ بھی شریک ہوں گے۔صرف 4 فیصد اس بارے میں واضح نہیں تھے۔

مجموعی طور پر دیکھا جائے تو ہر آنے والے سال میں شرکاء کی تعداد میں بتدریج اضافہ ہو رہا ہے۔سروے سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ شرکاء تحقیق کے معیار سے بہت مطمئن تھے اور سہولتوں کے حوالے سے بھی انہیں کوئی خاص شکائت نہ تھی، شرکاء اور طلبا و طالبات کی خاصی بڑی تعداد مقالات کے مجموعوں کو شوق سے پڑھتے ہیں جبکہ اکثریت ان کے الیکٹرونک ایڈیشن تک رسائی کی خواہش مند ہے۔

شفقت کاکاخیل۔ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے نئے چیئر پرسن

اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام کے سابق ڈپٹی ایگزیکٹو ڈائریکٹر اور سابق سفیر شفقت کاکاخیل کو ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کا چھٹا چیئر پرسن منتخب کرلیا گیا۔وہ 2009ء سے بورڈ کے رکن چلے آرہے تھے۔ان سے قبل ڈاکٹر سعید شفقت، وی اے جعفری، ڈاکٹر امیر محمد، شمس الملک، ایچ یو بیگ، ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئر پرنس رہ چکے ہیں۔

بورڈ آف گورنرز کے نئے چیئر پرسن شفقت کاکاخیل کینیا اور یوگنڈا میں پاکستان کے ہائی کمشنر اور ایتھوپیا میں پاکستان کے سفیر بھی رہ چکے ہیں۔ 1998ء میں وہ اقوام متحدہ کے ماحولیاتی پروگرام (UNEP) میں ڈپٹی ایگزیکٹو ڈائریکٹر مقرر ہوئے۔ان کا عہدہ ڈپٹی سیکرٹری جنرل کا تھا۔ 2007ء میں اقوام متحدہ سے واپسی ہوئی۔دسمبر 2008ء میں وہ کیوٹو پروٹوکول کے تحت حکومت پاکستان کے نمائندے کے طور پر کلین ڈویلپمنٹ میکنزم کے ایگزیکٹو بورڈ کے رکن چنے گئے۔وہ وزارت ماحولیات کے مشاورتی بورڈ اور ماحولیاتی تبدیلی کی ٹاسک فورس کے رکن بھی ہیں۔

ایس ڈی پی آئی کے وژن کو بیان کرتے ہوئے شفقت کاکاخیل نے کہا، 1992ء میں اپنے قیام سے ادارے نے تحقیق اور ایڈووکیسی کے ذریعے پاکستان میں پائیدار ترقی کی اہمیت کو اجاگر کرنے میں انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔اپنی اعلیٰ درجے کی تحقیق اور ایڈووکیسی کے لئے اسے اندرون ملک اور بیرون ملک بے حد سراہا گیا ہے۔شفقت کاکاخیل نے پائیدار معاشی ترقی، پائیدار توانائی، خوراک اور انسانی سلامتی، صنفی برابری

،ترقی پسند، جمہوری حکمرانی اور علاقائی امن، ترقی اور تعاون کی ضرورت کے لئے کی جانے والی کاوشوں کو خاص طور پر سراہا۔

انہوں نے کہا کہ آج مسائل بہت سنگین ہیں اور فوری توجہ کا تقاضہ کرتے ہیں۔ اسی طرح متعدد نئے خطرات مثلاً عورتوں اور مذہبی اقلیتوں کی طرف عدم برداشت کا رویہ، مذہب کے نام پر ہونے والی دہشت گردی اور بڑھتی ہوئی کرپشن وغیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔ انہوں نے امید ظاہر کی کہ ایس ڈی پی آئی کا بورڈ آف گورنرز، پاکستان کے استحکام اور خوشحالی کے راستے میں آنے والے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لئے ادارے کی رہنمائی کے کام کو جاری رکھے گا۔

ڈاکٹر وقار احمد، نئے تحقیقی کارنامے

ایس ڈی پی آئی بنیادی طور پر ایک تحقیقی تھنک ٹینک ہے جہاں ہر وقت نئی تحقیقی پیش رفت ہوتی رہتی ہے۔ 2014ء میں ڈاکٹر وقار احمد ڈپٹی ایگزیکٹو ڈائریکٹر کے دو اہم تحقیقی مقالے سامنے آئے۔ پہلا مطالعہ توانائی سیکٹر، ہمارے ہمسایہ ممالک کا لائحہ عمل تھا جس کے آخر میں فاضل محقق نے بتایا کہ ''ہمیں اپنے موجودہ توانائی پیدا کرنے والے اداروں کو چیلنج کرنے کی ضرورت ہے۔ گیس کی فراہمی، توانائی پیدا کرنے کی صلاحیت پر منحصر ہوئی چاہئے اس کا مطلب یہ ہے کہ توانائی کے وہ تمام پلانٹس جو کہ کم پیداوار دے رہے ہیں ان کو گیس کی سپلائی بھی کم کر دینی چاہئے۔ اسی طرح تیل کی قیمت کا انحصار بھی تیل کی فراہم کردہ قسم پر ہونا چاہئے۔ اس بات کی بھی ضرورت ہے کہ کوئلے کو توانائی پیدا کرنے کے لئے استعمال کرنے پر غور و خوض کیا جائے تا کہ ماحول دوست توانائی پیدا ہو سکے۔ مندرجہ بالا اصلاحات کوئی نئی نہیں ہیں اور ہمارے ہمسایہ ممالک میں ان پر عمل درآمد ہو رہا ہے۔ ہمارے پاس سیکھنے کے لئے بہت سے شواہد موجود ہیں۔ اب یہ نئی حکومت پر منحصر ہے کہ وہ توانائی سیکٹر میں اصلاحات پر عمل درآمد کرے جو کہ اس کے منشور کا بھی حصہ ہے۔ یہ سول سوسائٹی، ذرائع ابلاغ اور خاص طور پر کاروباری حضرات کی ذمہ داری ہے کہ حکومت کو اس منشور میں کئے گئے وعدوں پر عمل کرنے پر مجبور کرے۔''

دوسرا مطالعہ ٹیکس اصلاحات کے موضوع سے عبارت تھا

پاکستان میں انسانی سلامتی کی صورت حال

انسانی سلامتی کے اعلیٰ سطح کے ماہرین کے ایک اجلاس میں سفارش کی گئی کہ انتہا پسندی کا مقابلہ کرنے کے ساتھ ساتھ لوگوں کو ریاستی قوانین، آئینی حقوق اور بین الاقوامی انسانی حقوق کے حوالے سے باشعور بنایا جائے۔ اجلاس میں اس بات پر بھی زور دیا گیا کہ ریاستی اداروں کو احساس دلایا جائے کہ وہ مختلف نسلی گروہوں، اقلیتوں مزدوروں اور کارکنوں کو ان کے حقوق فراہم کریں۔ ایس ڈی پی آئی نے 7 مئی کو ایک مقامی ہوٹل میں اس اجلاس کا اہتمام کیا جس کا مقصد یہ تھا کہ پاکستان میں انسانی سلامتی کی صورت حال اور انسانی سلامتی کی تحقیق کی ضرورتوں پر ماہرین کی رائے کو مجتمع کرنے کے عمل کو از سر نو آگے بڑھایا جائے۔ حکومت پاکستان کے نمائندے، اقوام متحدہ کے اداروں، انسانی حقوق کی تنظیموں، وکلاء، عالموں، محققوں اور صحافیوں نے اجلاس میں شرکت کی۔

ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے اپنے خیر مقدمی کلمات میں کہا کہ ایک تھنک ٹینک ہونے کے ناتے، ایس ڈی پی آئی کا اہم رول یہ ہے کہ وہ سول سوسائٹی اور پالیسی سازوں اداروں کو ایسی سہولتیں فراہم کرے، جن کی بنیاد پر وہ ایسے نتائج سامنے لائیں جن کی روشنی میں عوام اور حکومتیں، ذمہ داری کا مظاہرہ کر سکیں۔ انہوں نے کہا کہ ایس ڈی پی آئی کے نزدیک انسانی سلامتی ایک ایسا طرز عمل ہے جو حکومتوں میں استحکام لاتا اور لوگوں کی فلاح و بہبود اور ان کے حقوق کو تحفظ دیتا ہے، خواہ انسان کی لائی ہوئی تباہی یا فطرت کی پیدا کی ہوئی

بربادی کے باعث حالات کتنے ہی مشکل کیوں نہ ہوں۔

ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین اور سابق سفیر جناب کاکاخیل نے عمل پر مبنی تحقیق اور امن وسلامتی کی راہ میں رکاوٹوں کی تفہیم کے لئے آئینی کمٹ منٹ پر زور دیا۔انہوں نے کہا کہ انسانی سلامتی کو ریاست اور سوسائٹی سمیت مختلف شراکت داروں کے درمیان یقینی بنایا جانا چاہئے۔انہوں نے کہا کہ پاکستان میں انسانی سلامتی کے فروغ کے لئے ریاست اور سوسائٹی دونوں کو مل کر کام کرنا چاہئے۔سیمینار سے ڈاکٹر ملیحہ اسلم، یواین ڈی پی کی رابعہ خٹک اور احسان محمود خان نے بھی پاکستان میں انسانی سلامتی کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کیا۔احسان محمود خان نے ذاتی سلامتی کے حوالے سے انکشاف کیا کہ پاکستان میں 50 ہزار ہلاکتیں اور 20 ہزار پُرتشدد واقعات رونما ہو چکے ہیں۔

2003ء سے 400 ڈرون حملوں میں 3200 افراد قتل ہو چکے۔اسی طرح 1994ء سے 2014ء کے درمیان 78 صحافیوں کو قتل کیا جا چکا ہے۔

سیمینار میں نثار میمن، خاور ممتاز، ڈاکٹر معصومہ حسن، ضیا اعوان، کرامت علی، بیمی راحیل، یاسمین زیدی، کوثر خان، زاہد حسن، ڈاکٹر نجمہ نجم اور شفقت منیر نے شرکت کی۔

پاک بھارت تعلقات اور صورت حال کا جائزہ: بھارتی نقطۂ نظر (خصوصی لیکچر)

بھارت پاکستان میں بدلتی ہوئی سیاسی صورت حال کے پیش نظر باہمی تعلقات میں بہتری کا خواہاں ہے۔بھارت کے انتخابات کے بعد سیاسی اور دفاعی صورت حال میں تبدیلی آئی ہے۔جس میں خطرات میں تخفیف کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔اقتصادی صورت حال کے پیش نظر شرح نمو میں ترقی کے اقدامات میں ہمسایہ ممالک پر اثرات کو بھی مثبت طور پر لیا گیا۔بھارتی حکومت کی خصوصی توجہ خطے میں تعاون کی فضاء کو فروغ دینا ہے۔ بالخصوص پاکستان اور بھارت کے مابین پانی کے مسئلہ پر مؤثر حکمت عملی مرتب کرنا شامل ہے۔موسمی تغیرات، تحفظ خوراک، آبپاشی، سیلاب سے پانی کا ضیاع اور توانائی کے شعبوں پر مشترکہ طور پر ماہرین کے گروپ کے قیام کی اشد ضرورت ہے۔اس امر کا اظہار بھارت کے معروف ماہر معاشیات و وفاقی چیمبر آف کامرس بھارت کے سابق سیکرٹری جنرل ڈاکٹر راجیو کمار نے 22 ستمبر 2014ء کو پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) اسلام آباد میں خصوصی لیکچر کے دوران کیا۔

انہوں نے کہا کہ بھارت میں عام انتخابات میں قائم ہونے والی حکومت میں تین اہم مثبت ترجیحات ہیں، جن میں معیشت کو سرفہرست رکھتے ہوئے سیاسی اور سلامتی امور کے ساتھ اقتصادی شرح نمو میں اضافہ کرتے ہوئے خطرات کو کم کرنا شامل ہے۔انہوں نے کہا کہ مودی حکومت معاشی شرح نمو میں اضافہ کے اثرات میں ہمسایہ ممالک پر بھی مثبت اثرات رکھنے کے لئے کوشاں ہے۔گذشتہ سالوں میں منتخب ہونے والی حکومتوں میں یہ مضبوط پارلیمانی حیثیت رکھنے والی حکومت ہے۔جس کا معاشی ایجنڈا بڑا واضح ہے اور جو متوازن سوچ کے ساتھ پرائیویٹ اور پبلک پارٹنر کو آگے بڑھا رہی ہے۔نیز کرپشن پر مؤثر قابو پا رہی ہے۔انہوں نے کہا کہ مینوفیکچرنگ کے شعبہ میں ترقی کی رفتار سست اور خوراک اور زراعت گراوٹ کا شکار رہی ہے۔جبکہ 16-2015ء تک شرح نمو میں اضافہ 7 فی صد تک ہو جائے گا۔ڈاکٹر راجیو کمار نے پاک بھارت تعلقات کے حوالے سے مودی حکومت کے اقدامات پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ اچھے تعلقات کے لئے دونوں ممالک کے مابین تنازعات کا بغور جائزہ لے کر مثبت پہلو پر رابطہ کار کو فروغ دیا جارہا ہے جو یقیناً بہتری کی طرف لے کر جائے گا۔انہوں نے مزید کہا کہ وہ پاکستان میں سیاسی صورت حال میں تبدیلی کو دیکھ رہے ہیں مگر ہم مضبوط سماجی، سیاسی، معاشی تعلقات کے خواہاں ہیں، جن کے تحت ہمسایہ ممالک نیپال، بنگلہ دیش، پاکستان کے صوبوں میں سرحدوں کے ذریعے تجارت کو فروغ دینے کے اقدامات کر رہے ہیں۔انہوں نے کہا کہ دونوں ممالک کی کوششوں سے

موسمی تغیرات، سیلابی تباہ کاریوں، تحفظِ خوراک جیسے مسائل پر مشترکہ طور پر قابو پایا جا سکتا ہے۔اس کے لئے ضروری ہے کہ مشترکہ گروپ تشکیل دیئے جائیں۔انہوں نے تجارت کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ دونوں ممالک کے مابین تجارت کو فروغ اور منڈیوں تک رسائی کے لئے تجارتی تحقیق کو بنیاد بنانا چاہیئے۔تاجر برادری مل کر جائزہ لے اور حکومتوں کو تجاویز دے۔ڈاکٹر راجیو کمار نے کہا کہ آج حکومتوں، تاجر برادری، عوام، غیر سرکاری تنظیموں کے مابین مؤثر روابط کی جتنی ضرورت ہے اتنی کبھی ماضی میں نہ تھی۔اس لئے ضروری ہے کہ دونوں ممالک میں ویزہ کی سہولت میں نرمی ہونی چاہیئے تاکہ ماہرین، پارلیمان، تاجر، ماہرین معاشیات وغیرہ ایک دوسرے کو سمجھ سکیں اور دونوں ممالک کے مطابقت رکھنے والے مسائل کو حل کرنے میں ایک دوسرے کی معاونت کر سکیں اس موقع پر پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی کے سربراہ ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے اپنا نقطہ نظر بیان کرتے ہوئے کہا کہ دونوں ممالک کے مابین تعلقات کو ہر سطح پر بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔سیلابی خطرات کے لئے موسمی تغیرات، تحفظِ خوراک، توانائی اور تجارت پر مشترکہ حکمت عملی کی ضرورت ہے۔اس میں صوبوں کو بھی اختیار دینا چاہیئے کہ وہ اپنی صوبائی ضروریات کے پیش نظر سرحد پار سے تجارت پر ترجیحات مرتب کر سکیں۔اس موقع پر سابق سفارتکار اور ایس ڈی پی آئی بورڈ آف گورنرز کے چیئر مین شفقت کاکاخیل نے خوشگوار باہمی تعلقات پر زور دیتے ہوئے کہا کہ مون سون کی تباہ کاریوں اور نقصانات سے نمٹنے کیلئے یہ مناسب وقت ہے کہ مشترکہ پیش بندی کرتے ہوئے امن کی طرف آگے بڑھایا جائے جو کہ خطے کیلئے بہتری کا باعث بنے گا۔

غریب نواز پالیسیوں کو اپنا کر علم اور عمل میں تضاد دور کرنے کی ضرورت ہے: وفاقی وزیر منصوبہ بندی احسن اقبال

17 ویں سالانہ کانفرنس برائے پائیدار ترقی: راستے اور منزلیں

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کے زیر اہتمام سہ روزہ 17 ویں بین الاقوامی کانفرنس کا انعقاد اسلام آباد کے مقامی ہوٹل میں منگل کے روز 9 دسمبر 2014ء کو ہوا جس کا موضوع ''پائیدار ترقی کے راستے'' تھا۔

''پائیدار ترقی کے راستے'' کے موضوع پر ہونے والی سہ روزہ بین الاقوامی کانفرنس میں اقوام متحدہ کے اعلیٰ سطحی نمائندگان، عالمی سماجی بین الاقوامی تحقیقی اداروں، اعلیٰ سرکاری عہدیداران سمیت اراکین پارلیمنٹ اور وزراء نے بھی شرکت کی۔

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) کے زیر اہتمام سہ روزہ کانفرنس میں کئی اہم سوالات اٹھائے گئے کہ ''پائیدار ترقی کے راستے'' پر سماجی، نجی، غیر سرکاری اور بالخصوص حکومتوں میں کیسے مطابقت پیدا کی جائے، نئی حکومتیں پائیدار ترقی کے ذریعے کیسے مثبت تبدیلی لا سکتی ہیں۔ جنوبی ایشیائی خطے میں ابھرتی ہوئی قیادت خطے میں اعتماد اور بھروسے کی فضاء کیسے قائم کر سکے گی۔؟ کیا خطے میں درپیش پیچیدہ مشکلات کو حل کیا جا سکتا ہے۔کہ جن پر ماضی کی حکومتیں ناکام ہوئیں؟ پائیدار ترقی کے راستے پر کون سے بیرونی عوامل رکاوٹ ڈالتے یا اثر انداز ہوتے ہیں؟

خطے بھر میں توانائی کے وسائل میں اشتراک، پائیدار اقتصادی ترقی، ماحولیات اور تحفظِ خوراک کے لئے کون سے عوامل قیادت کی راہ میں رکاوٹ کا باعث ہیں۔طرز حکمرانی، پائیدار امن، شرح نمو اور ترقی میں بہتری، دہشت گردی، عدم تحفظ، انسانی حقوق، فوری انصاف، جوہری ہتھیاروں کے خطرات، قدرتی آفات، ماحولیاتی تغیرات کے منفی اثرات، خطے میں ابھرتی ہوئی قیادت کو صنفی امتیاز، پسماندہ عوام کے حقوق، انسانی تحفظ، سلامتی اور ترقی کے سفر میں درپیش مشکلات کے خاتمے اور خطے کی ترقی کے لئے مشترکہ اقدامات کیا ہونے چاہئیں؟ جیسے سوالات اور موضوعات پر شواہد کی بنیاد پر تحقیق کی روشنی میں مختلف نقطہ ہائے نظر پیش کئے گئے۔

صدر ممنون حسین نے کہا کہ حکومت ملک میں پائیدار ترقی پر خصوصی توجہ دے رہی ہے جس کا مقصد نہ صرف فی کس آمدن میں اضافہ بلکہ امن و استحکام لانے کے ساتھ ساتھ عوام کی بہتری کے لئے سماجی انصاف کی راہ بھی ہموار کرنا ہے۔کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں صدر کا کہنا تھا کہ پاکستان نے وژن 2025 کے ذریعہ پائیدار ترقی کے اہداف حاصل کرنے کا لائحہ عمل تیار کرنے کیلئے مؤثر اقدامات کئے ہیں۔اس وژن کا بنیادی مقصد اپنے عوام کے لئے توانائی، پانی اور تحفظ خوراک کے اہداف کو حاصل کرنا ہے جو کہ عوام کی بہتری کیلئے اہم حیثیت رکھتے ہیں۔ایس ڈی پی آئی کی یہ کانفرنس سارک سربراہ کانفرنس کے تقریباً دو ہفتہ بعد ہو رہی ہے جس میں علاقے کے ممالک کے درمیان جنوبی ایشیاء کے عوام میں امن اور خوشحالی کیلئے قریبی تعاون اور مؤثر اقتصادی رابطوں کو فروغ دینے پر زور دیا گیا ہے۔صدر ممنون حسین نے کہا کہ سارک سربراہان نے خطہ کی پائیدار ترقی کے لئے علاقائی تعاون کے تمام پہلوؤں کا جائزہ لیا تا کہ خطہ کے کروڑوں عوام کو غربت، احساس محرومی اور پسماندگی سے نکالا جا سکے، کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے وفاقی وزیر منصوبہ بندی احسن اقبال نے غریب نواز پالیسیوں کو اپنا کر علم اور عمل میں تضاد کو دور کرنے کی ضرورت پر زور دیا۔ان کا کہنا تھا کہ تیزی سے تبدیل ہوتی صورتحال سے نبردآزما ہونے کیلئے قریبی تعاون کا ہونا ضروری ہے۔

> **حکومت فی کس آمدنی بڑھانے، امن وامان واستحکام اور سماجی انصاف کی فراہمی کے ایجنڈے پر کام کر رہی ہے: صدر ممنون حسین**

اقوام متحدہ کے انڈر سیکرٹری جنرل اور ایگزیکٹو ڈائریکٹر اکنامکس اور سوشل کمیشن برائے ایشیا ڈاکٹر شمشاد اختر نے کہا کہ صفائی پر خرچ کیا گیا ایک ڈالر صحت پر خرچ ہونے والے پانچ ڈالر بچا سکتا ہے۔ماحولیاتی تغیرات کا ذکر کرتے ہوئے ان کا کہنا تھا کہ درجہ حرارت میں ایک ڈگری اضافہ سے سمندر کی سطح میں اٹھانوے سینٹی میٹر اضافہ ہو جاتا ہے۔اور اس تناظر میں بنگلہ دیش خطہ میں ایک خطرناک صورت حال کا شکار ہو سکتا ہے۔ان کا کہنا تھا کہ ایسی ٹیکنالوجی اپنائی جانی چاہئے جس سے ماحول پر زیادہ بُرے اثرات نہ پڑیں۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے کہا کہ خطہ میں کچھ سالوں سے سیاسی تبدیلیاں آ رہی ہیں اور کثیر پارٹی جمہوریاؤں سے ایسی نئی حکومتیں منتخب ہو رہی ہیں جن کے انتخاب پر شکوک وشبہات پیدا ہو رہے ہیں۔تاہم ایک چیز واضح ہے کہ مخالفین کے دھاندلی اور دیگر الزامات کے باوجود اگر کوئی حکومت منتخب ہو جاتی ہے تو اسے یقیناً اپنے عوام اور ان کی ترقی سے متعلق سوچنا چاہئے۔ایس ڈی پی آئی بورڈ آف گورنرز کے چیئر پرسن اور سابق سفیر شفقت کاکاخیل نے پائیدار ترقی سے متعلق اقوام متحدہ کے لائحہ عمل میں دیئے گئے چھ نکات غربت کا خاتمہ، صحت، خوشحالی، انصاف، شراکت داری کی تفصیلی وضاحت کی۔

عالمی تھنک ٹینک رینکنگ

بطور تھنک ٹینک ایس ڈی پی آئی کے سنگ میل

ایس ڈی پی آئی اپنی کارکردگی کے 23ویں برس سے گزر رہی ہے۔ 1992ء میں اپنے سفر کا آغاز کرنے سے لے کر 2014ء کے اختتام تک اس نے درجنوں سنگ میل عبور کیئے ہیں۔ اس تمام عرصہ میں ڈاکٹر طارق بنوری، شاہ رخ رفیع خان، ڈاکٹر صبا گل خٹک اور ڈاکٹر عابد قیوم سلہری کی قیادت میں ادارے نے سوچ اور فکر کے نئے زاویے پیش کیے ہیں۔ تاہم گذشتہ سات آٹھ برسوں میں ڈاکٹر عابد قیوم سلہری کی قیادت میں ادارے نے تحقیق کی کوالٹی اور اس کے پالیسی اثرات کے حوالے سے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کیا ہے۔

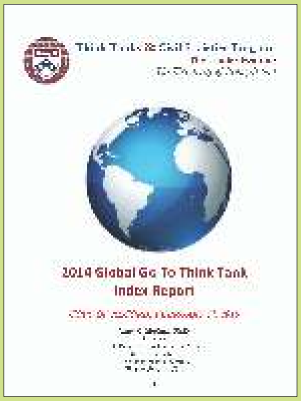

2008ء میں جب ڈاکٹر سلہری نے ادارے کی قیادت سنبھالی تو اس کے وجود کو متعدد خطرات لاحق تھے۔ اس چیلنج کو قبول کرتے ہوئے ڈاکٹر عابد نے نہ صرف ادارے کی سلامتی کو یقینی بنایا بلکہ اسے اعلیٰ تحقیق کا ایک تھنک ٹینک بنا دیا۔ اس کا ثبوت 2014ء کی وہ عالمی تھنک ٹینک انڈیکس ہے جس میں ایس ڈی پی آئی کئی سنگ میل عبور کرتا دکھائی دیتا ہے۔

اس سلسلے میں 22 جنوری 2015ء کو امریکی یونیورسٹی آف پنسلوینیا نے ''تھنک ٹینکس اور سول سوسائٹیز پروگرام (TTCSP) کے تحت یہ انڈیکس جاری کی۔ ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرپرسن اور سابق سفیر شفقت کاکاخیل نے ایک مشاورتی راؤنڈ ٹیبل اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ دنیا بھر میں کسی ملک کی سماجی اور معاشی ترقی میں تھنک ٹینک بے حد اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ وہ مختلف سٹیک ہولڈرز کو پلیٹ فارم فراہم کرتے ہوئے، مخصوص مسائل کے حوالے سے مفاد عامہ کی حفاظت کرتے اور پالیسی فیصلہ سازی کے لئے ضروری علم پیدا کرتے ہیں۔

دنیا بھر کے 55 شہروں کے 60 تھنک ٹینکس میں ایس ڈی پی آئی بھی شامل ہے۔ یہ تھنک ٹینکس سرکاری اداروں، میڈیا تنظیموں کی صورت میں کام کررہے ہیں۔

راؤنڈ ٹیبل میں سرکاری اور پرائیویٹ یونیورسٹیوں سے تعلق رکھنے والی علمی شخصیتوں، ترقیاتی قائدین اور کاروباری اداروں کے نمائندہ سربراہوں نے شرکت کی۔

ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے خطاب کرتے ہوئے بتایا کہ عالمی سطح پر 6681 تھنک ٹینکس کی رینکنگ کی گئی۔ جنوبی ایشیائی تھنک ٹینکس میں 192 ہندوستانی اور 19 پاکستانی تنظیمیں تھیں۔ اس خطے سے صرف دو تھنک ٹینکس اولین بیس اداروں کی فہرست میں شامل ہو سکے۔ ان میں پاکستان انسٹی ٹیوٹ آف انٹرنیشنل افیئرز 16ویں اور ایس ڈی پی آئی 19ویں نمبر پر موجود ہیں۔ کثیر ڈسپلن رکھنے والے پاکستانی اداروں میں ایس ڈی پی آئی واحد تھنک ٹینک تھا جسے 38ویں نمبر کیلئے چنا گیا۔ ڈاکٹر عابد نے مزید بتایا کہ پالیسی ریویوز اور دیگر موضوعات کے حوالے سے ایس ڈی پی آئی کا نمبر 55واں تھا جبکہ مطبوعات کے اعلیٰ معیار کے حوالے سے شکیل احمد رامے کے تحریر کردہ مطالعے ''پاکستان میں تحفظ خوراک: پالیسی متبادلات'' کو دنیا بھر میں 30 ویں نمبر پر رکھا گیا۔

راؤنڈ ٹیبل کے شرکاء نے ایس ڈی پی آئی کو ان نمایاں کامیابیوں پر مبارک باد پیش کی۔ قائداعظم یونیورسٹی میں سوشل سائنسز کی ڈین ڈاکٹر عالیہ ایچ خان نے کہا کہ ایس ڈی پی آئی ان اداروں میں سے ہے جو تھنک ٹینکس اور یونیورسٹیوں کے درمیان رابطے کا کام سرانجام دیتے ہیں۔ انہوں نے رابطے کو مزید بہتر بنانے کی ضرورت پر زور دیا۔ جو پالیسی سازوں اور پالیسی ایڈوائس کیلئے انتہائی ضروری ہے۔ انہوں نے کہا کہ ایس ڈی پی آئی نوجوان محققین کی تحقیقی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے میں اہم کردار ادا کر رہا ہے۔ یو این ڈی پی کی ماروی سرمد نے کہا کہ پارلیمان اور سیاسیات کے طالب علموں کے درمیان قانون سازی کے عمل کو مضبوط بنانے میں ایس ڈی پی آئی ایک اہم کردار ادا کرسکتا ہے۔

جن دیگر شرکاء نے اس بحث میں حصہ لیا، ان میں ایم این اے میڈم روبینہ خورشید، PIDE کے وائس چانسلر پروفیسر ڈاکٹر اسد زمان، ڈاکٹر افتخار این حسان، پروفیسر زیڈ اے قریشی، سیمی کمال، اظہر سلیم، رحمان بودلہ، انجینئر منصور ملک، عارف رحمان، انیلا کوثر، محمد سلیمان، ڈاکٹر عبدالصبور اور مولوی سلیم شامل تھے۔

پائیدار ترقی: چھ بحرانوں کا تجزیاتی مطالعہ

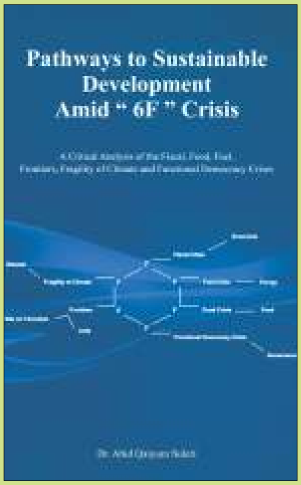

ڈاکٹر عابد قیوم سلہری کے فکر انگیز خیالات، جن میں پائیدار ترقی کے چھ بحرانوں کو زیر بحث لایا گیا ہے، ان کے گذشتہ دس برسوں میں چھپنے والے اخباری مضامین کا مجموعہ ہے۔ اس فہرست میں مالیات، خوراک، توانائی، سرحدیں، موسموں کی نازک صورت حال اور عملی جمہوریت کے بحران شامل ہیں 2005ء تا 2014ء کے دوران ممتاز انگریزی اخباروں میں شائع ہونے والے ان مضامین سے ملک کی معاشی صورت حال کا بآسانی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

''مالیاتی'' بحران کے زیرِ عنوان شامل مضامین، مالیاتی پالیسیوں کی خراب صورت حال، غیر حقیقت پسندانہ بجٹ تخمینوں اور بجٹ خساروں پر قابو پانے کے لئے ٹیکسوں میں اضافے کے معاملات پر بھرپور روشنی ڈالتے ہیں۔

کتاب کا دوسرا باب، پاکستان میں خوراک کے بحران کے حوالے سے حقیقت پسندانہ تجزیوں کا احاطہ کرتا اور بتاتا ہے کہ کس طرح افراطِ زر، خراب زراعتی کارکردگی اور قدرتی آفات مل کر پاکستان کو عدم تحفظ خوراک کی صورت حال سے دوچار کرتے ہیں۔ اس حصے کے مضامین میں یہ دکھانے کی بھی کوشش کی گئی ہے کہ زراعت کیسے ترقی اور معاشی فلاح و بہبود کے عمل میں اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔

''سرحدی بحرانوں'' کا تنقیدی جائزہ لیتے ہوئے پاک و ہند کے درمیان امن کی مخدوش صورت حال پر بحث کی گئی ہے۔ یہ دونوں ممالک پاک و ہند۔ دوایٹمی قوتیں اور ہتھیاروں سے مسلح پڑوسی ممالک ہیں کتاب کے اس حصے میں شامل مضامین اس رکاوٹوں کی وضاحت کرتے ہیں، جو ان دونوں قوموں کے درمیان دوستانہ تعلقات کی راہ میں حائل ہیں۔ ان مضامین میں درپیش مسائل کی وضاحت کے ساتھ ساتھ مختلف تجاویز بھی پیش کی گئی ہیں۔

ڈاکٹر عابد ان سیاسی، معاشی اور سماجی فوائد کی بھی بات کرتے ہیں، جن سے دونوں ممالک کے عوام اور جنوبی ایشیاء کا پورا خطہ مستفید ہوسکتا ہے۔ اسی حصے کے ایک مضمون میں سارک کی ناکامیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے بتایا گیا ہے کہ یہ پلیٹ فارم خطے کے ہر ملک کے لئے کتنا اہم ہے۔

پاکستان میں رائج جمہوریت کے بحران کے حوالے سے چشم کشا حقائق پیش کیئے گئے ہیں۔ مصنف نے ساری بحث کا خلاصہ پیش کرتے ہوئے اصرار کیا ہے کہ سول۔ فوجی تعلقات کے مسئلے کو دیکھنے اور اس پر نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔

'موسمی تغیرات' کے عنوان سے جو مضامین قلم بند کیئے گئے ہیں ان میں پالیسی سازوں کے ساتھ ساتھ عام لوگوں کو بھی موسمی تبدیلیوں کے خطرات واثرات سے خبردار کیا گیا ہے۔ ممتاز انگریزی روزنامہ ''دی نیوز'' میں کتاب کے بارے میں اظہار کرتے ہوئے تبصرے کے مصنف اطہر نقوی نے اس کتاب کو طالب علموں کے ساتھ ساتھ عام قارئین کے لئے بھی حوالے کی ایک ضروری کتاب قرار دیا ہے۔ تاکہ وہ ان بحرانوں اور ان کی تاریخ کی بہتر تفہیم حاصل کرسکیں۔

اٹھارہویں سالانہ پائیدار ترقی اور 8ویں جنوبی ایشائی سربراہی کانفرنس کا انعقاد

پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی (ایس ڈی پی آئی) نے 7 دسمبر 2015ء کو اسلام آباد میں دو بڑے اجتماع کئے۔ پہلا اجتماع آٹھویں جنوبی ایشیائی اقتصادی سربراہی کانفرنس کے حوالے سے تھا جو 7 دسمبر سے شروع ہوکر 8 دسمبر کو اختتام پذیر ہوا۔ دوسرا بڑا اجتماع ہماری 18ویں سالانہ پائیدار ترقی کانفرنس کا تھا جو 10-8 دسمبر کے دوران جاری رہا۔

ان دونوں اجتماعات میں 225 مقررین نے حصہ لیا۔جن میں 152 پاکستان سے تھے اور 73 دیگر ممالک سے آکر شریک ہوئے۔ان ممالک میں افغانستان، آسٹریلیا، بنگلہ دیش، بھوٹان کینیڈا، جرمنی، ہندوستان، اٹلی، کرغستان، نیدر لینڈ، نیپال، سری لانکا، تھائی لینڈ، ترکی ، برطانیہ اورامریکہ شامل تھے۔

18 ویں سالانہ پائیدارترقی کانفرنس کا عنوان تھا ''تحفظ امن وخوشحالی'' یہ ان علاقوں کے تھنک ٹینکس، جو پالیسی سازوں کے ساتھ جڑ کر کام کرتے ہیں اور سارک ملکوں کے نمائندوں پر مشتمل اجتماع تھا۔یہ بصیرت افروزی کی ایک کہکشاں تھی۔جو اسلام آباد کے آسمان پر اتر آئی تھی۔

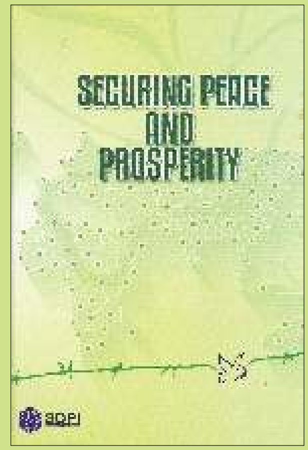

اسی طرح جنوبی ایشیائی اقتصادی سربراہی کانفرنس (SAES) جنوبی ایشیا کو درپیش سیاسی، سماجی، اقتصادی معاملات اور مسائل پر بحث مباحثے اور تجزیئے کیلئے ایک پلیٹ فارم تھا۔ جہاں جنوبی ایشیائی ملکوں کو درپیش مسائل کے اظہار اور تبصرے کیلئے تمام سٹیک ہولڈرز جمع ہوئے۔ایس اے ای ایس (SAES) کا بنیادی موضوع ''جنوبی ایشیاء میں پائیدار ترقی کے لئے علاقائی تعاون'' تھا۔

چار روزہ اجتماع کے مختلف اجلاسوں میں 422 افراد نے شرکت کی۔پینل اجلاس، جنوبی ایشیائی اقتصادی سربراہی کانفرنس کا افتتاحی اجلاس جو 7 دسمبر کو منعقد ہوا۔دوسرا مکمل اجلاس، پائیدارترقی کانفرنس کا افتتاح تھا، جو 8 دسمبر کو منعقد ہوا۔9 دسمبر کو عشائیہ کے موقع پر تیسرا مکمل اجلاس ہوا جبکہ پائیدارترقی کانفرنس کا اختتامی اجلاس، چوتھا مکمل اجلاس تھا۔ان کے علاوہ 36 متوازی اجلاس تھے، جو پہلو بہ پہلو منعقد ہوئے۔جنوبی ایشیائی اقتصادی سربراہی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں 294 خواتین وحضرات شریک ہوئے۔پائیدارترقی کانفرنس کے افتتاحی اجلاس میں 285 افراد نے شرکت کی۔عشائیہ کے موقع پر منعقد مکمل اجلاس میں 546 خواتین وحضرات موجود تھے جبکہ کانفرنس کے اختتامی اجلاس میں 321 افراد نے شمولیت کی۔پہلے دن کے شرکاء کی کل تعداد 669 ، دوسرے روز 747 ، تیسرے روز 1200 اور چوتھے روز کے شرکا کی کل تعدا 806 تھی۔

کانفرنس کے چوتھے روز اختتامی اجلاس منعقد ہوا جو دراصل ایم یو بیگ یادگاری اجلاس تھا۔ایس ڈی پی آئی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے گذشتہ چار دنوں کے اجلاسوں کا خلاصہ پیش کیا۔

اجلاس کے مقررین میں نیشنل کمیشن آن سٹیٹس آف ویمن کی چیئرپرسن محترمہ خاور ممتاز نے جنوبی ایشیاء میں پائیدارترقی کے لئے امن اور خوشحالی کے تحفظ میں خواتین کے بااختیار رول کو اجاگر کیا۔واپڈا کے سابق چیئرمین جناب شمس الملک نے ''جنوبی ایشیا میں امن وخوشحالی کے تحفظ میں علم کا کردار'' کے موضوع پر خطاب کیا۔اسکے بعد اختتامی اجلاس کے مہمان خصوصی اور تحریک انصاف کے چیئرمین جناب عمران خان نے خطاب کیا۔پاکستان تحریک انصاف کے چیئرمین جناب عمران خان کے نے کہا پاکستان اور بھارت کے تعلقات کو معمول پر لاکر ہی فوجی کشیدگی کو کم کیا جا سکتا ہے۔ان کا مزید کہنا تھا کہ تعلقات بہتر ہوں گے تو دونوں ممالک ترقی کریں گے، جنوبی ایشیاء میں سیاسی، معاشی اور سماجی روابط کو فراغ دے کر ہی خطہ سے غربت ختم کی جاسکتی ہے۔1992ء کے بعد سے صوبوں میں پانی کی پالیسی پر عملدرآمد نہیں کیا گیا۔حکومت کی ترجیحات دوسری ہیں۔میٹروبس کے لئے پیسہ ہے مگر صوبوں کو فنڈ نہیں دیئے جارہے۔خیبر پختونخوا میں ٹمبر مافیا کے ہاتھوں بڑے پیمانے پر درختوں کی کٹائی کے معاملہ پر عمران خان کا کہنا تھا کہ صوبائی حکومت سال 2018 تک ایک ارب پودے لگانے کا ہدف حاصل کرلے گی۔اختتامی سیشن سے خطاب کرتے ہوئے پالیسی ادارہ برائے پائیدار ترقی کے ایگزیکٹو ڈائریکٹر ڈاکٹر عابد قیوم سلہری نے کہا کہ امن اور باہمی روابط کو فروغ دے کر ہی امن کی منزل حاصل کی جاسکتی ہے۔ادارہ کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرمین شفقت کا کاخیل نے کانفرنس کو کامیاب قرار دیتے ہوئے کہا کہ اس میں پائیدارترقی، حکمرانی اور موسمی تبدیلی سمیت تمام اہم امور پر غور کیا گیا۔خواتین کی حیثیت کے تعین سے متعلق کمیشن کی چیئرپرسن خاور ممتاز کا کہنا تھا کہ جنوبی ایشیاء میں خواتین کی ترقی کا عمل سست روی کا شکار ہے۔انہوں نے خواتین سے کہا کہ وہ تنازع کا شکار ہونے کے بجائے اس کے حل

میں لیڈنگ کردارادا کریں۔واپڈا کے سابق چیئر مین شمس الملک نے کہا کہ امن اور ترقی میں علم ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔خیبر پختونخوا کے چیف سیکرٹری خالد عزیز کا کہنا تھا کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ سے پاکستان کو 102 ارب ڈالر سے زیادنقصان ہوااوراس سے پیداوار کا عمل متاثر جبکہ روزگار کی فراہمی کا سلسلہ تنزلی کا شکار ہوا۔اختتامی سیشن سے خطاب کرتے ہوئے عالمی ماہرین جن میں ایس ایل آرسی کی ڈینیلی ہاؤٹ، نیپال سے ڈاکٹر بشنوراج اپریتی، ورلڈ بنک کے کامران اکبر، انٹرنیشنل واٹر مینجمنٹ انسٹی ٹیوٹ سے سینئر مشیر خالد محدت اللہ اور سابق وزیر اطلاعات نثارے میمن شامل تھے آخری سیشن ے خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان میں ابھی تک کوئی بھی منظوشدہ واٹر پالیسی نہیں ہے اور سارک کو علاقائی سطح پر پانی کے پائیدار استعمال کے ایجنڈے کو بھی اپنے منشور کا حصہ بنانا چاہئے۔گجرات یونیورسٹی کے پروفیسر سلیمان طاہر، مہران یونیورسٹی کے بخشل لاشاری، گاندھی یونیورسٹی کے ڈاکٹر کیل گوش نے بھی مختلف اجلاسوں میں اپنے خیالات کا اظہار کیا۔پاکستان میں یورپی یونین کے وفد کے منسٹر چانسلر برنارڈ فرانسکو نے کہا کہ ترقی کے لئے سیاسی عزم اہمیت رکھتا ہے۔اوراس مقصد کے لئے عوام کے درمیان میں روابط کو فروغ دیناضروری ہے۔پاکستان میں ہالینڈ کے سفارت خانہ کی ڈپٹی ہیڈ آف مشن رینیٹ پوراور سینیٹر عثمان سیف اللہ کا کہنا تھا کہ ٹیکنالوجی کو استعمال میں لانا ہوگا۔

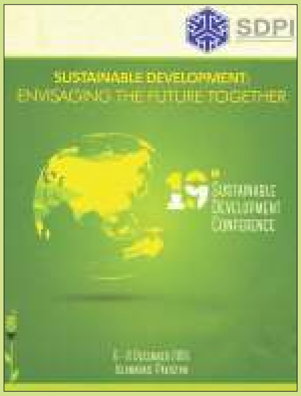

19ویں سالانہ پائیدار ترقی کانفرنس

ایس ڈی پی آئی کی 19ویں تین روزہ پائیدار ترقی سالانہ کانفرنس 8-6 دسمبر 2016ء کو ایک مقامی ہوٹل میں منعقد ہوئی۔کانفرنس کے بنیادی موضوعات، ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان پائیدار ترقی کا حصول، پائیدار ترقی اہداف اور انسانی مرکزیت کا احاطہ کرتے تھے۔مرکزی تھیم کے تحت ان گنت موضوعات اور ذیلی موضوعات پر مبنی اجلاس منعقد کئے گئے۔جن میں تصادم سے افاقے، پائیدار ترقی اہداف، تجارت، اقتصادی بڑھوتری، ماحول، پائیدار توانائی، علاقائی اقتصادی ارتباط، اقلیتوں کے حقوق، آفات کی انتظام کاری، نوجوانوں کیلئے روزگار، موسمی تغیر، صنف اور آبادی، صنف اور جمہوریت اور ایسے کئی موضوعات قابل ذکر تھے۔

کانفرنس کے تین دنوں میں تین مکمل اجلاس اور 29 کنکرنٹ اجلاس منعقد کئے گئے۔ان اجلاسوں میں شرکاء کی تعداد 2500 سے زائد تھی۔ اٹھارہ ملکوں سے 152 مقررین نے حصہ لیا۔ان ملکوں میں افغانستان، بنگلہ دیش، برکینا فاسو، کینیڈا، چین، ایکواڈور، ایتھوپیا، جرمنی، بھارت، اٹلی، کینیا، نیپال، پاکستان، سری لنکا، تاجکستان، ترکی، برطانیہ اور امریکہ شامل تھے۔ 42 سے زائد بین الاقوامی مندوبین کانفرنس کا حصہ بنے۔ایس ڈی پی آئی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ کانفرنس کے چاروں کنکرنٹ اجلاس اور تینوں مکمل اجتماعات لائیو آن ایئر جارہے تھے۔سہ روزہ کانفرنس کے دوران اجلاسوں سے متعلق 38 خبریں انگریزی اور اردو اخبارات میں شائع ہوئیں۔

سالانہ پائیدار ترقی کانفرنس کے مقاصد میں ایک مقصد دنیا کے کلیدی پالیسی سازوں کو ایک ساتھ بٹھانا تھا۔مختلف اجلاسوں کے اہم ترین شرکاء میں وزیر اعظم کے مشیر جناب سرتاج عزیز، وزیر قانون وانصاف اور وفاقی وزیر برائے موسمی تغیرات جناب زاہد حامد، بندرگاہوں اور جہاز رانی کے وفاقی وزیر میر حاصل خان بزنجو، سرمایہ کاری بورڈ کے چیئر مین مفتاح اسمٰعیل، بینظیر انکم سپورٹ پروگرام کی چیئر پرسن ماروی میمن، وزیر اعظم کے مشیر برائے پانی وبجلی، جناب مصدق ملک، پاکستان تحریک انصاف کے پالیسی سربراہ اور رکن قومی اسمبلی جناب اسد عمر، سینیٹر جناب افراسیاب خٹک، سابق چیئر پرسن واپڈا جناب شمس الملک، چیئر پرسن نیشنل کمیشن آن دی سٹیٹس آف ویمن محترمہ خاور ممتاز، یواین ڈی پی کے کنٹری ڈائریکٹر اگنا سیوارتضٰی، اقوام متحدہ کے ریذیڈنٹ کوآرڈینیٹر نیل بوہے اور ہائیر ایجوکیشن کمیشن کے چیئر مین جناب مختار احمد شامل تھے۔

افتتاحی اجلاس میں ایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئر پرسن اور سابق سفیر جناب شفقت کاکاخیل نے خیر مقدمی خطاب کیا جبکہ ایس ڈی

پی آئی کے ایگزیکٹوڈائریکٹرڈاکٹرعابدقیوم سلہری نے سالانہ پائیدارترقی کے بارے میں تعارفی تقریرکی۔جناب سرتاج عزیز نے کلیدی خطاب کیا جب کہ جناب زاہدحامداجلاس کے صدر تھے۔اجلاس کے اختتام پرایس ڈی پی آئی کی چارنئی مطبوعات کی رونمائی ہوئی اورانہیں ڈائس پرموجود مہمانوں میں تقسیم کیا گیا۔

تیسرے روزاختتامی اجلاس کے موقع پرایس ڈی پی آئی کے بانی ایگزیکٹوڈائریکٹرجناب طارق بنوری نے ایچ یو بیگ یادگاری لیکچردیا۔اجلاس کی صدارت وزارت مالیات کے پارلیمانی سیکرٹری اوررکن قومی اسمبلی جناب رانامحمدافضل نے صدارت کی جبکہ مہمان اعزازجناب اسدعمر تھے۔ ایگزیکٹوڈائریکٹرڈاکٹرعابدقیوم سلہری نے تین روزہ مباحث کا خلاصہ پیش کیا آخر میں جناب شفقت کاکاخیل نے مہمانوں کاشکریہ ادا کیا۔

ایس ڈی پی آئی کی 25ویں سالگرہ

4 اگست 2017ء کو پالیسی ادارہ برائے پائیدارترقی (ایس ڈی پی آئی) نے اپنے قیام کے پچیس سال پورے کر لئے۔سلور جوبلی کی تقریب کے ساتھ قیام پاکستان کی 70 ویں سالگرہ بھی منائی گئی۔اس موقع پراس عزم کا اعادہ کیا گیا کہ ہم پاکستان میں سماجی اقتصادی پالیسیوں اور متنوع ترقیاتی مسائل کے حل اوراعلیٰ درجے کی تحقیق کے ذریعے پورے علاقے کوفائدہ پہچانے کیلئے اپنی کوششیں جاری رکھیں گے۔

ڈاکٹرعابدقیوم سلہری ایگزیکٹوڈائریکٹرنے ایس ڈی پی آئی کی پچیسویں سالگرہ کے موقع پرگفتگوکرتے ہوئے کہا کہ یہ ایس ڈی پی آئی کے تمام عملے،اس کے بانی ارکان اورقابل قدر پیشہ ورانہ شخصیات،جو ماضی میں ایس ڈی پی آئی کے ساتھ وابستہ رہی ہیں، کے لئے فخر کالمحہ ہے۔

انہوں نے کہا کہ ایس ڈی پی آئی کی ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ مسائل کی نشاندہی کر کے محض تنقید نہ کی جائے بلکہ ان کا حل بھی تجویز کیا جائے۔ہم نے اپنے کام کو ہمیشہ غیر جانبداری کو پیش نظر رکھا ہے۔یہی وجہ ہے کہ ملک کی تعمیر وترقی کے عمل میں ایس ڈی پی آئی کی کاوشوں کوتمام حلقوں میں قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

تقریب میں ایس ڈی پی آئی کے بانی ایگزیکٹوڈائریکٹر جناب طارق بنوری کا پیغام پڑھ کرسنایا گیا۔جب کہ سابق سفیراورایس ڈی پی آئی کے بورڈ آف گورنرز کے چیئرپرسن شفقت کاکاخیل،سینئر ایڈوائزر بریگیڈیئر (ریٹائرڈ) محمدیٰسین،ڈاکٹرمحموداحمدخواجہ،احمدسلیم اوردیگراراکین نے ادارے کے ساتھ اپنی یادوں کا اعادہ کیااورملک میں اعلیٰ معیاری تحقیق کے حوالے سے ادارے کی خدمات کوسراہا۔اس موقع پر پاکستان اورایس ڈی پی آئی کی پرچم کشائی کی گئی۔